رسالہ ندیم گیا (۱۹۳۱ء – ۱۹۴۹ء) سے انتخاب – ۵

نام نیک رفتگاں ضائع مکن

مکتوبات مشاہیر

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

رسالہ ندیم گیا (۱۹۳۱ء - ۱۹۴۹ء) سے انتخاب - ۵

نام نیک رفتگاں ضائع مکن

مکتوبات مشاہیر

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

اشاعت : ۱۹۹۹ء

قیمت : چالیس روپے

غیرممالک کے لیے : دو۲ ڈالر

طابع و ناشر: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

حرف آغاز

ہماری اشاعتی پالسی رہی ہے کہ کتابوں کے علاوہ رسالوں کے انتخابات بھی شایع کیے جائیں جو علم و ادب کی ترویج اور تحقیق و تدوین میں معاون ثابت ہوں۔ لہٰذا اردو کے اہم اور قدیم رسالوں کے موضوعی انتخابات شایع کیے جا رہے ہیں۔ رسالہ 'ندیم' گیا کا شمار نہ صرف بہار بلکہ ہندوستان کے مؤقر رسالوں میں ہوتا تھا۔ یہ ۱۹۲۱ء سے نکلنا شروع ہوا اور ۱۹۴۹ء تک جاری رہا۔ اب تک اس کے انتخابات کی چار جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

"مکتوبات مشاہیر" ملک کی اٹھارہ نامور ہستیوں کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا ابوالکلام آزاد، فضل حق، پنڈت موتی لعل نہرو، غالب، علامہ شبلی نعمانی، علامہ اقبال اور شاد عظیم آبادی وغیرہ۔

ہمیں یقین ہے ماضی کو حال میں پیش کرنے کی ہماری یہ کوشش مفید ثابت ہوگی۔

—— حبیب الرحمٰن چغانی

فہرست

٭٭

عکس تحریر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہٗ

46 Ripon Lane,
CALCUTTA.

.................................192

جمیل اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تار اور پھر خط ملا۔ آپکا خط
رمضان سے چند یوم پیشتر آیا تھا اور میں نے بروقت جواب دیدیا تھا۔ منتظر تھا کہ اُنکا
جواب آپکی جانب سے موصول ہو تو بعض امور موعودہ کی نسبت لکھوں۔
بہرحال اب آپ کا منتظر ہوں اور احتیاطاً خط کا جواب بھی روانہ کردیے معمول
بہار کیلیے میری جانب سے کبھی کوتاہی نہ ہوگی بشرطیکہ کم سے کم آپ
پوری طرح مستعد رہیں۔ گاندھی جی سے بعض ضروری امور طے کرنے ہیں
اسلیے غالباً میں عید کی شام ہی کو بمبئی کیلیے روانہ ہوجاؤں اور پھر واپسی
میں پٹنہ میں ٹھہروں۔ آپ بہار کیلیے ایک منظم اور طے شدہ پروگرام
تیار کر رکھیں اور میرے لیے ایک ایک دن صرف اس مجموعہ میں ٹھہرائیں
جہاں ضرورت ہو اور ناگزیر ضرورت ہو۔ کیونکہ علاوہ بمبئی اور مرکزی خلافت
کی ضروریات اور باہر کے اضلاع کے تقاضوں کے، خود بنگال کا تمام
کام ویسا ہی دھرا ہے اور شوال میں اسکیلیے کافی وقت نکالنا
نہایت ضروری ہے۔ ۱۱ جون سے ۲۵ تک بنگال کیلیے قرار دیدیا ہے
اور بعض مقامات کو مطلع بھی کر چکا تھا لیکن آپکے خط کی وجہ سے بہار

کو ترجیح دی اور گنگا کی تازگیں بھیج ڈالیں۔ پس اتنا لحاظ رہے
کہ کم سے کم وقت ان کے صرف ہو اور صرف ناگزیر اور واقعی
ضروری مقامات سیر کے لیے منتخب کر لیے جائیں۔ پھر جولائی میں
ان شاء اللہ بقیہ مقامات کا بھی دورہ ہو جائیگا۔

امید ہے کہ آپکی یادگیاں جنکا میرٹھ میں تذکرہ ہوا تھا
قائم ہو گئی ہونگی بلکہ مزید محکم و استوار۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ
کچھ دنوں معیت رہے اور آپکی خواہش کے مطابق سفر و حضر
میں یکجائی رہے علی الخصوص سفر میں۔ خدا نے چاہا تو موجب
نتائج و ثمرات ہوگا۔

امید ہے کہ مسٹر مظہرالحق (عنقریب بہ قاعدۂ عام
مولانا مظہرالحق کہنا چاہیے اگرچہ وہ اس سے خوش نہ ہونگے) بدستور
مشغول و منہمک ہونگے۔ اب انسے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے
اللہ تعالیٰ آپکے ایثار و اخلاص کو مزید قبولیت و ثمرات عطا فرمائے
فقیر ابوالکلام احمد

بہار نمبر ۳۰ ــــ ۸

عکس مکتوب

حضرت مولانا ابو الکلام آزاد مدظلہ

بنام

جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب ایم اے، پی ایچ، ڈی، سابق وزیر تعلیم صو بہ بہار، ای

صدیقی العزیز السلام علیکم خط ملا۔ میں آپکے مکان پر نہایت

آرام و راحت کے ساتھ رہا اور میں ان تمام عزیزوں کا نہایت شکر گذار

ہوں جو آپکی عدم موجودگی میں وہاں موجود تھے اور جنھوں نے میری علالت

کی وجہ سے نہایت ہی زحمتیں برداشت کیں۔ یہ شکایت اچانک

سفر میں پیدا ہوئی اور رکتے رکتے تو اسقدر بڑھ گئی کہ اب پرسوں سے

نقل و حرکت کے قابل ہوا ہوں

مجھے جیبرانہ جانے کا خود افسوس ہے لیکن کیا کروں اسوقت

بالکل مجبور ہو گیا تھا۔ اگر آپ موجود ہوتے تو خود آپکا بھی مشورہ

وہی ہوتا جو میں نے مجبوراً اختیار کیا

تنظیم جماعت کے مسئلہ پر آپنے غور نہیں کیا مقصود وہ

جماعت نہیں ہے جسکے لیے اب قوت تلاش کرتے ہیں بلکہ وہ نظم

ہے جسکے بغیر قوت پیدا نہیں ہو سکتی۔ زبانی باتیں ہونگی

تو انشاء اللہ آپ متفق ہو جائینگے

آئندہ پھر ملاقات پر بحث کیجیے بھی کہا جا

اور اس خط میں بھی لکھا ہے اگر اس کی تہہ میں ایک قطعی ارادہ جلوہ
گرہ میں عزم کرتے ہیں سفر ہے تو پھر امروز و فردا میں
وقت ضائع نہ کیجیے اور فوراً چلے آیئے اگر آپ نے
چند دنوں بھی صحبت کی تو ان شاء اللہ بہترین نتائج
حاصل ہوں گے۔
اگر آپ ساتھ رہیں تو میں بلا تاخیر اس انگریزی
کے ویکلی جرنل کو جاری کر دوں جس کا عرصہ سے ارادہ
کر رکھا ہوں اور جس کی بالفعل سخت ضرورت ہے۔ افسوس ہے
کہ مجھے ایسے رفقا و شرکا نہیں ملتے جو میرے افکار کو میری
منشا کے مطابق انگریزی میں لکھ سکیں۔ میں چاہتا ہوں
کہ ابتدائے اگست سے یہ رسالہ نکل جائے۔ روزانہ
اور البلاغ بھی جاری کر رکھا ہوں۔ دونوں کام
یہ چیزیں سفر میں حارج نہ ہوں گی
جاری رہیں گے۔
میں کل بمبئی کے لیے پیمبل سے روانہ ہوں گا اور جب تک وہاں رہوں گا
ابوالکلام

۱ جولائی سنہ ۲۱ء

مکتوباتِ آزاد

بنام مولانا خیر رحمانی دربھنگوی سابق ہیڈ ماسٹر گنج عظیم آباد۔

بیالے خیر رحمانی بیالے فضل ربانی
بیالے مونس جانی بیالے سراج روحانی

غفلت میں بنت عمر کے حصے کھوئے — جاگے بھی بہت اور بہت کچھ سوئے
رستے میں بچھائے کسی کے جو نہ پھول — کانٹے نہ کسی کے حق میں ہم نے بوئے

ارباب سخن سے گرمجوشی ہی رہی — کھولی نہ کبھی زباں خموشی ہی رہی
آنکھیں بھی دکھائیں تو ہنر ہم سمجھے — عیبوں سے مدام چشم پوشی ہی رہی

روداد سخن تمہیں سناؤں کیونکر — ملنے کو تڑپ رہا ہوں آؤں کیونکر
کانٹوں میں الجھ رہے ہیں دامن اپنے — ہیں ہاتھ بندھے ہوئے چھڑاؤں کیونکر

آؤ کہ کشود کار بھی ہو تم سے — مضطر دل کو قرار بھی ہو تم سے
ہو خیر تو خیرت نہیں ہے یہ بعید — اک خیر کی یادگار بھی ہو تم سے

میں اپنا نام اسلئے نہیں بتاتا کہ جان لوگے تو آنیکا نام نہ لوگے۔ آٹھو موٹر یا ریل پر بیٹھ جاؤ۔ سلطان گنج پولیس اسٹیشن پر اُتر پڑو۔ جانب شمال اس کو جیت۔ دو ایک قدم کے بعد بنگلے پر میاں الٰہی مرحوم کی حویلی کے پتے پر ایک دروازہ بند ملے گا کہ شور و غلغلہ پڑ جائے گا۔ لڑکے آپکو ایک اسّی برس کے درویش تک پہونچا دینگے۔ اس سے سب داستان سن لینا۔

(۲)

صاحب! اسّی برس کی عمر والے سے کیا پوچھتے ہو، آپ کا قیام کب تک رہیگا! ہر طرح حسب و حاق ہوں، گردن تو تیل چلا ہونگے میں۔ خیر رہونگا جب تک نہ آؤگے۔ روز آمد سے اطلاع بہتر ہے۔

اب نہ میکش اور وہ ساقی نہیں — ایک تم ہو بس کوئی باقی نہیں

اللہ بس، باقی ہوس
احقر العباد آزاد

(۳)

حضرت خیر رحمانی

غفلت نے برکت لگا کر آدمی کو دیا کہ لیٹر بکس میں ڈال آ۔ وہ پہونچا بھی نہ ہوگا کہ یاد آیا جو اصل مضمون ہی رہ گیا۔ لوٹ آئیگی نہ جاؤنگا۔ اور نہ تم جواب دو گے۔ زیادہ نیاز

طالب خیر۔ فضل حق

(۴)

حضرت سراپا خیر مولانا و مرشدنا خیر رحمانی فضل یزدانی۔ رشک انوری و خاقانی صانہ اللہ بالسبع المثانی!

آداب و تسلیم و بندگی! خط آیا کہ محفل کی روشنی آیا۔ جو مضمون آباد ہی مضمون پیشتر سے ذہن نشین تھا۔ یہ محرم اور آپکا مولود و تقدمہ وعدہ! لیکن جس تدریج سے آپ نے لکھا ہے امید قوی ہے کہ بالضرور رائی پر پذیر ہوگا۔ محرم کے اکھاڑے اور ڈاکٹر بر سر [illegible] کھانا کھا چکنے کے بعد غنودگی میں تھا کہ میاں نسیم نے خط دیا۔ دس بجے کی ڈاک کا خط بارہ بجے کے بعد ایک کے قریب ملا جس [illegible] کر رہا تھا کہ لڑکوں کی معیت میں امام باندی یا باؤلی پر آپ مرثیہ سن رہے ہونگے۔ اور کیا چوک ہوگئی کہ میں نے اپنا شوق [illegible] ورنہ اس وقت ہم سب لوگ شریک مجلس ہوتے۔ خیر انشاء اللہ آئندہ سال۔ آپ کی بلا سے فرصت نہیں ہے جو [illegible] بجا ہے۔

طالب خیر فضل حق آزاد

[illegible] مارچ [illegible]

چند مکتوبات حضرت آثر عظیم آبادی

شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب آثر عظیم آبادی مرحوم کے خطوط ناچیز کو جناب پروفیسر محمد طاہر رضوی ایم۔ اے سے دستیاب ہوئے ہیں جو نواب آثر مرحوم نے پروفیسر صاحب ممدوح کے والد محترم سید محمد عسکری رضوی مرحوم ساکن جیلا حسین آباد کے نام تحریر فرمائے تھے۔ یقین ہے کہ حضرت آثر عظیم آبادی کے ان خطوط کو مع اس مختصر نوٹ کے ذیل کے اوراق پر آثار علمیہ ادبیہ کے تحت شائع فرمادیں گے۔
بندۂ آثم سید رضا قاسم مختار دیاموں، پوسٹ جیلا۔

(۱)

معروضہ، فروری ۱۹۲۳ء

آنجہ

عزیز جانم سلکم اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے خیر عرض ہے کہ بخیریت ہوں اور خیریت کا طالب۔

منو دو ہزار اور چار سو روپیہ کی ہنڈوی لیکر جاتے ہیں۔ منو سے آپ کو لاہ چھڑوانے میں پوری مدد ملیگی۔ لاہ چھڑانے کے زمانہ تک منو آپ کی خدمت میں حاضر رہیں گے۔ جیو جی کی نگرانی کا سامان جو مناسب ہو عمل میں لایا جائے۔ ضروری حالتوں سے بھی مطلع فرماتے رہیگا۔

عزیزم نواب سر علی امام صاحب ابر و باد و ناہمواری راہ موٹر کے باعث ڈالٹین گنج نہیں جاسکے۔ مگر بالضرور سنگھ زمین کے دیکھنے کے لئے جائیں گے۔ ایک خط ہم اُن کے نام کا بدست منو کے موصوف کے پاس روانگی ڈالٹین گنج کی نسبت روانہ کرتے ہیں۔ صبح تک منو اور موصوف آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

کل یعنی ۱۰ فروری کو ہم دوپہر کی گاڑی سے بانکی پور جائیں گے۔ ۱۱ (گیارہویں) فروری کو علی امام سلمہٗ ولایت روانہ ہوتے ہیں۔ بقرینۂ غالب ۱۲ (بارہویں) کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ بانکی پور سے یہاں واپس آجائیں گے۔ تب عزیزم ڈاکٹر غلام امام صاحب گرانائٹس کا نمونہ لیکر کلکتہ روانہ ہوں گے۔ آیندہ جو امور دریافت میں آئیں گے ان سے آپ کو مطلع کرتا رہوں گا۔

یہاں خفیف بارش آج ہوئی ہے۔ مگر ابر ہر طرف محیط ہے۔ فقط

دعاگو
امداد امام عفی عنہ

؎ آپ نے ۳ فروری ۱۹۳۹ء جمعہ کے دن جیلا حسین آباد میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ رضا قاسم

آبگلہ۔ ڈاکخانہ بنیادگنج۔ ضلع گیا ——— (۲) ——— مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۳۳ء

عزیزم بابو سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے خیر عرض ہے کہ بخیریت ہوں اور خیریت کا طالب۔
کل آپ کا تار وصول ہوا جس سے نتیجہ گرانٹ کی تعین کی کیفیت دریافت میں آئی۔ آج میں نے ایک خط برادرم [illegible] صاحب کو اس مضمون کا لکھا ہے کہ وہ لوگ اب [illegible] آدمی گرانٹ کی رقم کے متعلق کے [illegible] بنیادگنج روانہ کریں۔ جواب آنے کے بعد مضمون جواب سے آپ کو مطلع کردونگا۔
آپ کے تار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اب بابو لال چند صاحب کام لگانے کی تاریخ مقرر کرا جانے والے ہیں۔ جب آپ کہیں تو ہم روپیہ کا انتظام [illegible] کے لئے آپ کے پاس بھیج دیں۔ اس وقت چھ ہزار روپیہ تک ہم ارسال کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اور بھی روپیہ کا سامان ہو جائیگا۔
افسوس ہے کہ ابھی بڑودن کا معاملہ نہیں طے پا سکا ہے۔ اب تک طے پا جاتا۔ مگر بابو بشیر الحق صاحب کا بڑا لڑکا [illegible] میں مبتلا ہو گیا ہے۔ دیکھئے کب تک بشیر بابو گیا کو واپس آتے ہیں۔ تعمیل [illegible] موصوف کے واپس آنے پر۔ تنگدستی سے اندنوں بڑی پریشانی لاحق ہے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔
اس وقت تک گیا کی آب و ہوا اعتدال پر نہیں آئی ہے۔ ابھی تک آبگلہ اور [illegible] محفوظ ہے۔ مگر تا فصل [illegible] کامل اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔
اپنی خیریت سے مطلع فرمائیے۔
علی امام سلمہ بارہویں ستمبر روان کو حیدرآباد روانہ ہو جائیں گے اور [illegible] غالب ایک مہینے تک حیدرآباد میں قیام پذیر رہیں گے۔ [illegible] حیدرآباد میں ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ایک فساد عظیم برپا ہو گیا تھا۔ اس کی تحقیقات شروع ہوئی ہے۔ سردست گورنمنٹ حیدرآباد کو [illegible] انتظام نہیں ہے جیسا کہ اسے ہونا چاہیے۔ یہ فساد نہایت برے وقت میں ہوا ہے۔ [illegible] نظام کو ابھی [illegible] عجب نہیں کہ اس کا اثر معاملہ برار پر بھی پڑے۔ فقط
والتسلیم
دعاگو
[illegible] امام عفی عنہ

——— (۳) ———

[illegible]۔ ڈاکخانہ بنیادگنج۔ ضلع گیا۔ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

عزیزم بابو سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے خیر عرض ہے کہ امور ذیل میں گذارش ہوتے ہیں۔
آج ہم ۵ بجے شام کی گاڑی سے ڈہری جانے والے ہیں۔ سامان سفر پوری طور پر درست ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

لے [illegible] پیدائش [illegible] ۱۸۶۹ء [illegible] ۱۹۳۲ء میں [illegible] کے وقت رانچی میں انتقال کیا [illegible] وصیت کے مطابق [illegible] دفن کئے گئے — (رضا نقوی)

بجے شب تک ہم لوگ ڈہری پہنچ جائیں گے۔ بچو بابو سلمہ نے اسٹیشن ڈہری پر سامان سواری اور باربرداری کا درست کر رکھا ہے اور خود بھی اسٹیشن ڈہری پر موجود رہینگے۔ ڈہری میں عزیز موصوف نے سہسرام کے سجادہ نشیں صاحب کی کوٹھی کرایہ کر لی ہے، وہ کوٹھی دو مہینے کے لئے کرایہ لی گئی ہے اور اس کا کرایہ اسی روپیہ ماہانہ قرار پایا ہے۔ وہ کوٹھی کچھ شک نہیں کہ بڑی ہے اور ایک وقت میں ہم اس کوٹھی میں رہ بھی چکے ہیں۔ لب سون واقع ہے۔ تبدیل آب وہوا کے لئے بہت ہی مناسب ہے علاوہ اس کے کہ سردست ہم کو اپنے یہاں کے مکان سے اٹھ جانا ایک ضروری امر دکھائی دیتا ہے۔

میری صحت کچھ روز دن سے خراب ہو رہی ہے۔ شاید تقاضائے پیری سے میری یہ حالت ہو رہی ہے۔

عزیزم حسن امام سلمہ کے خط سے اصل وجہ کھاد کے کام کے سردست بند کر دینے کی معلوم ہوئی ہے۔ یہ وجہ ایسی ہے کہ جب آپ اور بابو لال چند صاحب اس وجہ سے واقف ہو جائیں گے تو عزیز موصوف کی اس کارروائی کو آپ لوگ بہت پسند کریں گے۔

اگر فرصت ملے تو مجھے دیکھنے کے لئے ڈہری ضرور آئیگا۔

ابھی تک میرے مکان میں جو ہوں کے مرنے پر بھی خیریت ہے اور امید ہوتی ہے کہ یہاں سے چلے جانے کے بعد بھی خیریت قائم رہیگی۔ فقط والتسلیم۔ بابو لال چند صاحب کی خدمت میں میری تسلیم فرما دیجئے گا۔

دعا گو

امداد امام اثر عفی عنہ

—— (۴) ——

معروضہ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء

ڈہری لب سون

عزیز جانم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے خیر عرض ہے کہ بخیریت ہوں اور خیریت کا طالب۔

بابو لال چند صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ بسبب اعداء طبیعت آپ کی ناساز ہو گئی ہے۔ موصوف کی تحریر سے ظاہر ہوا کہ آپ کو بخار آ گیا ہے۔ حقیقت حال سے مطلع فرمائیں۔ نہیں معلوم کہ علاج کس سلسلہ سے کیا جاتا ہے۔ اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیئے کہ رفع تعلق ہوتا رہے۔

اب ہم بہت اچھے ہیں۔ ڈہری کی لطافت آب وہوا کی بدولت میرے مزاج کی اصلاح بہت جلد ہو گئی۔ فقط والتسلیم

دعا گو امداد امام اثر عفی عنہ

—— (۵) ——

معروضہ ۱۳ جولائی ۱۹۲۵ء

آنجا۔

۱؎ آپ نے ۱۹ ویں اپریل ۱۹۳۴ء کو صبح کے وقت پٹنہ میں انتقال کیا اور اپنی وصیت کے مطابق اپنی زمینداری موضع دیورہی (نزد) بلامون (میں جہاں) حسین آباد سے تقریباً ڈیڑھ میل دور جپلا سمنٹ فیکٹری کے قریب دفن ہوئے جہاں آپ کے مزار کا گنبد دنیا کی بے ثباتی کو مزہ اپنی زبان حال سے پڑھتا ہوا دور سے نظر آتا ہے۔ (وفقا قاسم)

عزیزجانم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے خیر عرض ہے کہ میری آنکھیں جوش کر آئی ہیں۔ بڑی مشکل سے یہ کارڈ مبارکباد کا آپ کو ہم لکھ رہے ہیں۔ یہی حال سب لڑکوں کا ہے جوش چشم سے سب کے سب بہت پریشان ہیں۔ بہر حال طاہر سلمہٗ کی کامیابی سے عجب فرحت دل کو نصیب ہوئی ہے۔ خدائے تعالیٰ عزیز موصوف کو یہ کامیابی مبارک فرمائے۔ یہ کامیابی مبارک آپ کو بھی ہو اور ہم تمام لوگوں کو فقط والتسلیم

دعاگو امداد امام اثرؔ عفی عنہ

یہاں بارش کی صورت اچھی ہے فقط۔

(۶)

آبگلہ — مرقومہ بیسویں اگست ۱۹۲۵ء

عزیز جانم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے خیر عرض ہے ہم ان دنوں اپنی اور اپنے لڑکوں کی علالت سے نہایت پریشان رہے ہیں۔ ہم اب تک صحیح نہیں ہوئے ہیں۔ یہی حال حسین امام سلمہٗ کے سوا اور لڑکوں کا بھی ہو رہا ہے۔ بشکر اللہ حسین امام سلمہٗ اب پورے طور پر صحیح ہیں۔ گیا اور اطراف گیا میں ہر طرح کے بخار کی کثرت دیکھی جاتی ہے۔ ہم بانکی پور جانے کا قصد رکھتے ہیں جس وقت ہم کو یہاں کے انتشارات سے فرصت ہو جائیگی جائیں گے۔

حسن امام سلمہٗ کو ان دنوں ہجوم مشاغل رہا ہے۔ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ موصوف نے جو ابھی تک آپ کے خط کا جواب نہیں دیا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کا دوسرا خط اثر پیدا کرے۔ بہتر ہوتا کہ آپ ایک یا دو دن کے لئے بانکی پور چلے جاتے۔ سرکار امیدہٗ کو کا اندازہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ معاملہ گرانٹ کا طے پا جائے۔ عزیزم طاہر سلمہٗ کی نسبت کچھ نہیں معلوم ہوا کہ کمشنر صاحب بہادر نے کیا کیا۔ سخت تعلق خاطر دامن گیر ہے۔ گرانٹ کے تو بہت کام چلے۔ فقط والتسلیم

دعاگو امداد امام اثرؔ عفی عنہ

(۷)

بانکی پور۔ کوٹھی جعفر امام سلمہٗ — مرقومہ ۲۰ اگست ۱۹۲۶ء

عزیز جانم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے خیر عرض ہے کہ ہم ابھی دو تین روز یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں مگر امید ہوتی ہے کہ اس ہفتہ اپنے کاموں سے فرصت ہو جائے اور کل صبح کی گاڑی سے ہم آبگلہ کو واپس جاسکیں۔ نہیں معلوم کہ سرکار امیدہٗ کو نے کوئی خط ان دنوں امید افزا آپ کو لکھا ہے یا نہیں۔ حقیقت حال سے مطلع فرمائیگا۔

لے مجی پروفیسر طاہر رضوی شعبہ فارسی پریسڈنسی کالج کلکتہ کے بی۔ اے پاس کرنے کے سلسلہ میں نواب صاحب نے جو تہنیت مبارکباد کا خط تحریر فرمایا تھا۔ ... یہ اس لڑکے نے ساڑھے نو سال کی عمر میں حضرت اثرؔ کی زندگی ہی میں انتقال کیا۔ اتنی قلیل عمر میں اس نے بعید علمی ترقی حاصل کر لی تھی۔ نمونۂ علم ... تھی ... حاصل کر لی تھی کہ حضرت اثرؔ کے بعض احباب نے اسے ... کہا کرتے تھے۔ (رفعت قاسم)

گزائیٹ کی فروخت میں پوری کوشش فرمائیے۔ ہم بھی اس کی فروخت میں کوشاں ہیں۔ اگر فروخت کا معاملہ طے پاگیا تو عزیزم طاہر سلمہٗ کے معاملات کے انجام میں کوئی تردد لاحق نہ ہوگا۔ سب کام کا انجام روپیہ کی موجودگی پر ہے۔ کچھ نہیں معلوم ہوا کہ کلکٹر صاحب بہادر نے میرا خط پاکر کیا کاروائی اختیار فرمائی۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ عزیز موصوف رانچی گئے یا نہیں۔ اگر گئے تو جو کیفیت گزری اس سے جلد مطلع فرمائیے۔

یہاں بہر صورت خیریت ہے۔ فقط والتسلیم

دعاگو امداد امام اثر عفی عنہ

—— (۸) ——

آنگلہ۔ ڈاکخانہ بتیاد گنج۔ ضلع گیا۔

مورخہ ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء

عزیز جانم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے خیر عرض ہے کہ بخیریت ہوں اور خیریت کا طالب۔ ورود محبت نامہ نے مسرت تلبی بخشی۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب آپ تمام تر بفضلہ تعالیٰ صحیح ہو گئے۔ زکام و بخار کی اس دیار میں بھی کثرت رہی ہے۔ اب بفضلہ تعالیٰ یہاں بھی سب کو صحت نصیب ہوتی گئی ہے جسن امام سلمہٗ ابیلون سے واپس آگئے ہیں مگر امر معلوم کی نسبت ابھی تک مجھے دریافت حقیقت کی صورت پیدا نہیں ہو سکی ہے۔ عنقریب ہم باہمی پیدا ہو جانے میں وہاں جو امور ہم پر روشن ہونگے ان سے آپ کو اطلاع دیں گے۔ ولالان کلکتہ پر رحمت خدا کی ہو۔ لاحول ثم لاحول۔

عزیزم طاہر سلمہٗ کی خیریت سے مطلع فرمائیگا۔ کہ اب موصوف کس شغل میں ہیں۔ یہاں بہر صورت خیریت ہے۔ میرے متعلقین سب کے سب بخیریت ہیں۔

امسال بارش کا سلسلہ بند نہیں رہا۔ مگر ہتھیا کے کم برسنے کے باعث اکثر مقامات میں پانی کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ اندرون ضلع گیا کی آب و ہوا ابھی تک برسر اعتدال ہے۔

عزیزوں کو دعا۔ فقط والتسلیم

دعاگو امداد امام اثر عفی عنہ

(سید رضا قاسم)

جنوری سنہ ۱۹۲۶ء

عکس مکتوب ڈاکٹر سر اقبال مرحوم بنام مولانا مسعود عالم ندوی

۲۸ / جولائی ۳۷ء

مخدومی، السلام علیکم

کتب مرسلہ کے لیے سراپا سپاس ہوں، بہت بہت شکریہ قبول فرمائیے

مولانا گیلانی کی خدمت میں علیحدہ عریضہ لکھ دیا ہے

مولانا سید سلیمان ندوی کی علالت کی خبر سے

بہت تردد ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو صحت عاجل عنایت فرمائے

میری طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ عیادت کیجیے

اس وقت علمائے ہند میں وہ نہایت ہی گرانقدر ہستی ہیں۔ خدا تعالیٰ

ان کو دیر تک زندہ رکھے۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

خطوط اکبر

بنام

جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب ایم، اے، پی، ایچ، ڈی، سابق وزیر تعلیم صوبہ بہار

الہ آباد ۱۲ر جون ۱۹ء

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ   آپ کے خط سے روحانی مسرت ہوئی
اگرچہ میں اب دنیا سے قریباً بالکل بے تعلق ہو گیا ہوں۔ لیکن
آپ کی محبت اور قابلیت کی یاد دل سے نہیں گئی۔
آپ تو ارباب طریقت میں شمار کئے جا سکتے ہیں

افسوس ہے کہ اب کوئی مجلد کلیات کی باقی نہیں ہے۔ پرسوں
ایک کاپی حصہ اول کی آپ کو بھیجدی گئی۔
حصہ دوم پریس میں ہے۔ امید ہے کہ دو مہینے میں شائع ہو جائے
حصہ سوم ابھی زیر ترتیب ہے۔
گردش لیل و نہار کو دیکھئے خوشنما قافیے ملا کر شعر بنا
خدا آپ کو ترقیات باطنی نصیب کرے۔ دنیائے فانی
صرف تماشا اور لہو و لعب ہے۔

نیاز مند
اکبر حسین

یہ تا بہ لکھا ۔۔ بقلم سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر ۱۹۱۶ ۲۱
اور آر ہوئی

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

اب تو میں بہ نسبت زندہ کے مردہ زیادہ ہوں ضعف روز افزوں حوادث دل شکن

آپ کی محبت قابل قدر زندہ دلی کو خدا قائم رکھے

تصنیف جدید کی داد دیتا ہوں۔

خدا کرے آپکی منشا ہو اکبر حسین
زندگی ہے تو امید پوری ہو سکیگی

خواجہ حسن نظامی صاحب جو رشتے میں آپکے نواسے ہیں

انکی خیریت سے مطلع فرمائیے

مکرر بعینہ محرومی خادم ہوں

ندیم ۔ سید عبدالماجد

الہ آباد۔
۲۸ اگست ۱۹۲۰ء

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ میرے پاس ایک عید کارڈ آیا۔
ڈاکخانہ کی مُہر نہ پڑھ سکا۔ شاید آپ کا مرسلہ ہے۔ بہرحال آپ کی محبت و عنایت کا شکر گذار رہتا ہوں۔

آپ کا بیحد مشتاق اکبر حسین

الہ آباد۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۹ء

عزیز مکرم محب و قدر افزائے اکبر سلمہ اللہ تعالیٰ۔
دہرہ دون زیادہ دن تھی، طبیعت اچھی رہتی۔ الہ آباد واپس آیا۔ ان شاء اللہ بشرط زندگی و توانائی جلد دہلی جاؤں گا۔
آپ کو اللہ نے قلب سلیم عطا فرمایا ہے۔ صاحب ذوق بنایا ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ پر عنایت فرماتے ہیں۔ ادھر گذر ہو تو ملیئے گا۔ اپنا مشتاق سمجھئے۔

اکبر حسین

الہ آباد، عشرت منزل۔ ۱۲ جولائی ۱۹۲۱ء

عزیز مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بہت علیل ہوں دل و دماغ بلکہ تمام اعصاب قابو میں نہیں۔ حرکت میں تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن زندگی نے ہنوز پیچھا نہیں چھوڑا۔ میں نے غالباً آپ کے خط کا جواب دیا تھا۔ کتاب خلافت کو اب دیکھنے کی نوبت آئی سرسری نظر سے کچھ دیکھا۔ داد تحقیق و داد فکر یا داد دیتا ہوں۔ خدا محفوظ کرے۔ لٹریچر مالا مال ہے۔ خوشی ہوگی اگر آپ سے ملاقات ہو باتیں ہوں۔ تبادلۂ خیالات ہو۔ اگرچہ میں اب زیادہ تر دوسرے عالم میں ہوں سوا...... نظر ہے۔ لیکن آپ بھی تو اہل دل اور طالب حقیقت ہیں۔ خانہ ویرانی اور علالت نے دنیا سے بالکل دل برداشتہ کر رکھا ہے۔

آپ کا دعاگو۔ اکبر حسین

الہ آباد ۹ اگست ۱۹۲۱ء

عزیز من سلمہ۔ واپسی پر آپ سے ملنا نہ ہوا۔ اپنی خیریت لکھئے۔ دل لگا ہوا ہے۔ خدا آپ کو خوش اور مطمئن رکھے۔ خواجہ صاحب آئے تھے، دو دن رہ کر دہلی واپس گئے۔ میرا ارادہ عنقریب لکھنؤ کا ہے۔ عجیب کشمکش میں ہوں عمر اور علالت نے معذور کر رکھا ہے۔ خیالات [illegible] افسردہ۔ اللہ رحم کرے۔

دعاگو
اکبر حسین

نمبر ۳۱

نواب خیال مرحوم کے چند خطوط

بنام

حضرت حمید عظیم آبادی

ہم جناب نسیم گورگانوی کے شکر گذار ہیں کہ موصوف نے نواب نصیر حسین خاں صاحب خیال مرحوم کے چند خطوط جو جناب حمید عظیم آبادی کے نام ہیں نقل کرکے ہمیں اشاعت کے لئے بھیجے۔ (ندیم)

کلکتہ - ۳۰ نومبر ۳۲ء

عزیز الاشان - کارڈ نے خوش وقت کیا - سلامت رہو - گورنمنٹ کی ایک مقرر کردہ کمیٹی کی ممبری میں نے قبول کرلی ہے - ۱۵ نومبر سے اُس میں مشغول ہوں - یہ کام کلکتہ میں غالباً آیندہ جنوری ۳۳ء تک رہے گا - مجھے دم مارنے کی فرصت نہیں ہے - مشکل سے یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں -

رباعیوں کے متعلق میں اتوار کو خط لکھوں گا - جواب آپ کو بھیج دوں گا مجھے اتنی فرصت نہیں کہ پھر رباعیوں پر نظر ڈالوں - آپ اپنے تصفیہ اور اپنی نظر سے کام لیجئے - اتنا کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کے استاد مرحوم[1] سوا غزل کے اور کسی صنف نظم کے مالک نہ تھے - اس لئے ممکن ہو تو اُن کی کوئی چیز از قسم مثنوی و رباعیات و مسدس وغیرہ شائع ہی نہ کی جائے - اور یہ ممکن نہ ہو تو پھر بہت احتیاط و درسخت گیری کے بعد اُن کا کلام چھاپا جائے - مرحوم کا مذاق نظم و شاعری بہت بلند اور اتنا ارفع ہے کہ خواجہ آتش کے سوا دوسرا اُن کے کلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا - مگر اُن کی زبان گو بہاریوں میں افصح ہے لیکن دوم درجہ کی' اور ایک خاص زبان ہے - اور اکثر جگہ عام شاہراہ سے الگ اور بعض جگہ غلط! زبان کے متعلق اُن کی حالت میرزا غالب کی سی ہے - یعنی مرزا کی اُردو بھی خاص قسم کی اور دہلویوں کی نہیں' بلکہ آگرہ والوں کی سی' اور خاص اپنی زبان ہے نہ کہ ٹکسالی - غالب

---

[1] ندیم یعنی حضرت شاد عظیم آبادی مرحوم -

بہ حیثیت زبان ہر جگہ مستند اور قابلِ تقلید نہیں ہیں۔ مگر مذاق اُن کا لائقِ تسلیم ہے۔ برخلاف اس کے ذوق ہیں۔ اُن کا مذاقِ شاعری گو ناقابلِ توجہ ہے۔ لیکن اُن کی زبان ٹکسالی اور تتبع کے قابل ہے۔ جو لوگ نظر نہیں رکھتے وہ ان نکتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر آپ کو سمجھنا اور اِن پر نظر رکھنا چاہیے۔

حضرت شاہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی زبان بہاری اردو ہی زبان ہے جو ہمارے صوبہ میں عام طور پر بولی جاتی ہے۔ اس پر ایراد فضول ہے۔ وہ فصحائے بہار میں سے تھے۔ اس لئے باہر والوں کو اُن کی زبان پر اعتراض کا حق نہیں۔ اور اس صوبہ (بہار) والے اگر اُن کی تقلید کریں تو عیب نہیں۔ ہندوستان بھر کی اردو یکساں نہیں ہو سکتی۔ لہجہ وغیرہ کے علاوہ الفاظ و محاورات کا فرق اس ملک کے مختلف صوبوں اور شہروں میں ہمیشہ رہے گا۔ ہاں! جو الفاظ و محاورات عام ہیں۔ اُن میں فرق ہو یا تذکیر و تانیث کی جائے تو غلط ہے۔ اتنا خیال رکھنا چاہیے اور بس۔ اگر جناب شاہ صاحب مرحوم کسی دیہات کے بزرگی کے لقب سے یاد کرکے مثال دیے جائیں تو موجودہ پٹنہ والوں کو کیا کہا جائے گا؟ اپنے محلہ کی اس "کتاب" کو دیکھئے جس میں پٹنہ کے حضرات کے حالات شائع ہوئے ہیں۔ پھر گذری کے اُس خطبہ صدارت کو پڑھئے جو ۱۹۳۰ء کی شیعہ کانفرنس میں پڑھا گیا۔ اِن دونوں چیزوں کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ یہ لوگ تو آخر شہری کے ہیں۔ ایک دو نہیں ہزاروں اگر عمداً تذکیر کریں یا صحیح لکھیں تو اُن سے کسی صوبہ و شہر کی عام زبان نہ درست سمجھی جا سکتی اور نہ وہ زبان اُس جگہ کی کہی جا سکتی ہے۔

رہی مرحوم علی سجاد یا ہماری زبان وہ نہ بہاری ہے اور نہ عظیم آبادی۔ اور میں تو نہ دلی والوں کی تقلید کرتا ہوں اور نہ لکھنؤ والوں کی۔ اور اسے سب جانتے ہیں۔ ہمارے خلاف کچھ نہ کہنے کے وجوہات (؟) اور ہیں —— ہماری کسی تحریر کو پیش کرکے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ عظیم آباد کی زبان ہے' غلط ہوگا۔ موجودہ دلی تو بہ حیثیت زبان اب کوئی درجہ نہیں رکھتی مگر لکھنؤ اب تک فصحا کا مرکز ہے۔ میں نے وہاں کے بھرے جلسوں میں ہانکے پکارے کہہ دیا ہے کہ اُس لفظ یا اُس محاورہ کو آپ حضرات یوں بولتے ہیں' لیکن ہماری زبان پر اس طرح ہے! کوئی کچھ نہ کہہ سکا۔ خیر یہ بات اور ہے۔ اور ہر آدمی کو ایسی جرأت مناسب نہیں۔

رباعیوں کے ساتھ کسی تمہید وغیرہ کی ضرورت ہوگی۔ لکھئے یا لکھوائیے۔ مجھے تو اس کی فرصت نہیں۔ ہاں آپ کے استاذ مرحوم کا کلام عجیب حضرات کے دستِ تصرف میں ہے۔ جو چیزیں شائع کی جاتی ہیں۔ افسوس کہ وہ اہلِ نظر سے دور رکھی جاتی ہیں۔ مگر یہ قصور خود اُن مرحوم کا ہے۔ اچھے ہاتھوں میں وہ اپنی چیز دے جاتے تو مرنے کے بعد یہ فضیحت اُن کی نہ ہوتی! ہم آپ کیا کر سکتے ہیں۔

ہمارے شبو سلمہٗ کو دعا و سلام کہہ دیجئے گا۔ بڑے دنوں میں مجھے ایک ہفتہ کی فرصت ملے گی۔ آپ کو دیکھنے پٹنہ آتا مگر وہاں کی زمین آسمان سے میں گھبراتا ہوں۔ خط لکھا کیجئے۔ یہی ایک صورت ملاقات ہے۔ اندر اور بچوں کو دعائیں۔

والسلام مع الدعا — خیال

(۲)

کلکتہ - ۱۹، اگست ۴۲ء

عزیز دالاشان - آپکا خط کل آٹھ کو ملا - مقدمۂ دیوان کے متعلق جو آپ نے لکھا حق ہے - اگست کے ندیم میں بھی حضرت کی شاعری کی نسبت یہ جملہ نظر سے گذرا " ان کی غزلیں، تصوف و الٰہیات کا وہ چشمہ ہیں جس کی سوت حافظ شیراز کے دکن آباد سے ملی ہوئی نظر آتی ہے " ! اب آپ کے سے جواں ہمت اس دعوی کے بھاری پتھر کو اُٹھائیں اور اسے سچ کر دکھائیں
ندیم نے آپ کا قطعۂ تاریخ ابکے بھی نہیں چھپا - میں نے آپ کو لکھا تھا کہ قطعہ براہ راست اخبار کو بھیج دیجئے - مگر اس کے عوض پھر آپنے مجھے بھیج دیا - خیر - اب اڈیٹر صاحب جس روز آئیں گے انہیں دیدوں گا -
مجھے فرصت بہت کم ملتی ہے - جواب خط، جو ایک فرض ہے، کے سوا کوئی دوسرا بالائی کام نہیں کرتا - اور یہ بھی زیادہ تر اس وجہ سے کہ اسی پر زندگی رہ گئی ہے - آپ کا خط بھی میری دوا ہوجاتا ہے، اس نسخہ کو اب نہ بھولئے -
شہاب کا خدا کرے جلد کوئی معقول سامان ہوجائے - انہیں اور نواب محمود کو دعائیں - اور مبارک سلمہ کو پیار -

والسلام مع الاکرام تجیال

جولائی سنہ ۳۲

نواب نصیر حسین خاں خیال مرحوم کے چند مکاتیب

بنام

مولانا شایق احمد عثمانی، بانی روزنامہ "عصرِ جدید" کلکتہ

کلکتہ۔ ۲۳ ؍ جنوری ۳۴ء

شائق! مفصل خط کا جواب دینے والا تھا کہ ۱۵ کو یہ دھماکا ہوا۔ آہ و واویلا کی آوازوں نے منتشر کر دیا۔ کوشش کی کہ آپ کا احوال معلوم ہو۔ مگر (۱) صاحب سے ملاقات ہی نہیں ہوتی۔ آج نو دن بعد اب آپ سے آپ کی خیریت پوچھتا ہوں، جلد سنائیے۔ کیا بیتی؟ مظفر پور، بہار کی ناک تھا، وہ ناک کٹ گئی۔ مونگیر جو اس صوبہ کا خانہ باغ تھا، وہ اجڑ گیا۔ بعا م پور تاتاریوں کا ایک یادگار تھا۔ معلوم وہ تاراجی سے کیونکر بچا۔ عظیم آباد ایک مدت سے برباد تھا، اس جھٹکے نے اس کے اور انجر پنجر ڈھیلے کر دئے۔ نئے شہر نے ہم کو کیا۔ پرانا شہر زمین میں مل گیا! میرا گھر بھی جو دو سو سال سے وہاں کھڑا تھا، بیٹھ گیا! اجمل ۲۰ کو مظفر پور دوڑے۔ سنا کہ (خدا نہ کرے) ان کے والد رخصت ہو گئے۔ ہو سکے تو ذرا تفصیل سے ادھر کا حال لکھیے اور کہیے کہ کلکتہ کب کا ارادہ ہے۔ اکیلے آئیے تو مجھ سے اچھی طرح ملیے۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔

بہار کو با امن نہ سمجھیے۔ مادہ نکلا نہیں، زخم صرف پھوٹا ہے، اس لئے ممکن ہے کہ اور جھٹکے آئیں۔

خیال

کلکتہ۔ ۲ ؍ فروری ۳۴ء

شائق۔ امید تھی کہ بھاگل پور پہونچنے کی رسید آئے گی۔ مگر انتظار ہی انتظار رہا۔ خیر اب بھیجیے۔ مارچ کی کس تاریخ

۱؎ بہار کے زلزلے کی طرف اشارہ ہے جس کے جھٹکے ۱۵ ؍ جنوری ۳۴ء کو تین بجے دن کے وقت محسوس کئے گئے۔ (محمود شوکت عثمانی)

تک کلکتہ کا قصد ہے، ۱۸؍جنوری کے بعد سے میرا دل چُپ کا سا ہوگیا ہے۔ احباب کی خیریت سننے میں ذرا دیر ہوئی اور وہ کمبخت لگا اچھلنے۔ اس مرض کو کیوں کر دباؤں؟ خدا کرے آپ کے یہاں سب خیریت ہو۔

خیال

کلکتہ۔ ۲۰؍اکتوبر ۳۸ء

شائق۔ خط لکھنے سے تو آپ کو پرہیز تھا ہی اب کلکتہ آنے سے بھی پرہیز ہوگیا ہے! آپ کی ایسی سرد مہریوں کا اثر آپکے دفتر پر بھی ہے (ا) صاحب تو خیر میاں (ب) تک طوفانِ بے تمیزی بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کے ایک تعلیمی افسر نے آپ کی کتاب مانگی تھی۔ اس کے لئے (۱۰) صاحب کو خط پر خط لکھے، آدمی دوڑائے، انھوں نے وعدے کئے۔ مگر ہیں مسلمان، ایفا کیونکر کرتے! میاں ۲ (ب) ہوا ہیں پکڑنے کیونکر جاتے۔ خیر ایک روز ہاتھ لگے۔ کتاب کیلئے ان سے عرض کی گئی۔ وہی وعدہ، اور مسلمانی! غرض میرا نہیں آپ کا نقصان ہوا۔ اور اسی طرح اور ایسے ہی حضرات کی بدولت آپ چکّر میں مبتلا رہے، اور شاید رہیں، خیر اور کیا لکھوں۔

میں آج پٹنہ جاتا ہوں وہاں سے الہ آباد کا ارادہ ہے، پھر علی گڈھ، وہاں سے دلی۔ بعد کی خبر نہیں کہاں جاؤنگا اور کیا ہوگا، پٹنہ کا پتہ:۔ C/O سید مجتبیٰ حسین خاں صاحب حاجی گنج۔ پٹنہ سٹی۔ خدا کرے آپ اچھے ہوں، خدا حافظ پٹنہ میں ہفتہ تک قیام ہوگا، وہاں کے پتہ پر، جہاں رہوں گا مجھے خطوط ملیں گے،

خیال

۱ے اتفاق کی بات یہ ہے کہ مرحوم دلی جاکر سخت بیمار ہوئے، وہاں سے نازک حالت میں علی گڈھ لائے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ (محمود شوکت عثمانی)

۲ے اس مکتوب میں دو حضرات کے نام آئے ہیں ۲ (ب) نہایت دبلے پتلے آدمی ہیں اور بہت تیز چلتے ہیں۔ (محمود شوکت عثمانی)

مکتوباتِ خیال

(ا)

کلکتہ۔ ۱۱ اگست ۴۳ء

عزیز الکرم۔ میں منتظر ہی تھا۔ یہ خط کل ملا۔ مضمون کے لیے شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ مجھے آپکا شکرگزار ہونا چاہیے کہ ہماری زبان کا دکھڑا اورنگ کی زبان سے سنایا گیا۔ اُسپر نوٹ تو قابل تعریف ہے، مگر ایسے الفاظ ہیں کہ ہماری طرف شبہ ہو سکتا ہے۔ اور نوٹ بھی مزے کے ہیں۔ اس دفعہ کا پرچہ اچھا ہے۔ رفتی کی اُلٹی آنتوں سے پیٹ میں بل ڈالنے والے جلوۂ سوز کی زبان میں ایک کمی ہے۔ سوز اگر واقعی خالص بہاری ہیں تو میری طرف سے انہیں مبارکباد دیجیے۔ بہار بھی مزے کی ہے۔ یہ کاکو والے غضب کے ہیں۔ "شفیق: شرق" پر لکھنے والے صاحب اگر کچھ زیادہ کہتے تو لطف بڑھتا۔ سامرہ کے متعلق نئی تحقیقات نے اس مقام کی متعلق بدل دی ہے اور ۲۷ء کی وہاں کی کھدائی نے تاریخ کا ایک نیا باب کھول دیا ہے۔ مگر ان بیچارے مولویوں کو ان باتوں کی کیا خبر۔ اور پھر تاریخ سے انہیں کیا واسطہ۔ یہ حضرات اپنے دائرے کے اندر رہیں تو بہتر ورنہ پکڑے جائیں گے۔

آپ کے مقدمے نے مجھے بھی پریشان کر دیا ہے۔ خدا ہماری آپکی اس پریشانی کو جلد دور کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ معلوم ہمارے بہاریوں نے اپنی زبان کا ذکر کن تیوروں سے سنا ہو ۔ ۔ ۔

والسلام۔

خیال

بہار نمبر

(۲)

کلکتہ۔ ۲۳ مارچ ۳۴ء

مکرمی انجم صاحب۔ 'ندیم' مارچ نمبر ملا۔ ممنون ہوا۔ جس محبت و یگانیت سے آپنے مجھے یاد کیا ہے اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپنے جو تجویز پیش کی وہ کیسی ہی اہم و ضروری کیوں نہ ہو مگر بہار کے حضرات کا اُسکی طرف متوجہ ہونا خیلے دشوار ہے۔ اسلئے کہ 'ندیم' عرصہ کے بعد ایک مذاق اُس صوبہ کو دے رہا ہے مگر ابھی وہاں اُردو سے بہت دوری ہے۔ اور جن کے ہاتھوں میں اسوقت بہار کی باگ ہے وہ علم و ادب کا ذوق نہیں رکھتے اور زبان کے مسئلہ کو نہیں سمجھتے ہیں۔ پھر کیا امید کی جائے کہ اُردو کے متعلق وہاں آپکو وہ کامیابی حاصل ہو سکے گی جس کے آپ متمنی ہیں۔ میں تو میں مایوس ہوں۔ اور اسی وجہ سے اب تک پٹنہ نہیں گیا کہ اس سفر کو فضول سمجھا۔

'مغل اور اُردو' کی نسبت بہار میں اتنی کم اشاعت تعجب خیز نہیں۔ ایک خاص گروہ کے سوا وہاں اب تک اپنی زبان سے اسی طرح بے پروائی ہے جس طرح اور ضروری چیزوں سے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر 'ندیم' زندہ رہا تو آج نہ سہی کل وہاں کے مذاق میں تبدیلی ہو جائیگی لکھنے والے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور 'ندیم' کے مضامین بتاتے ہیں کہ 'بہار' کے مذاق و زبان میں بہت فرق ہو گیا ہے۔ اور یہ محض آپ کی فکر و توجہ کا نتیجہ ہے۔

گذشتہ نومبر میں 'شاہنامہ و فردوسی' پر ہمارا تبصرہ کلکتہ کے میوزیم میں پڑھا گیا تھا۔ 'عصر جدید' نے شاہنامہ کا ہفتہ منایا اور اُس مضمون کو ۸ دنوں تک مسلسل شائع کیا۔ ضرورت ہے کہ وہ تبصرہ باقساط 'ندیم' میں بھی شائع کیا جائے۔

اگر آپ مناسب سمجھیں تو 'مغل اور اُردو' کے ابواب بھی 'ندیم' میں شائع کریں۔ شائد اس سے اہل بہار کو اُردو کی طرف توجہ ہو جائے۔

آپ کلکتہ آئے مگر افسوس ہے کہ ہماری آپ کی ملاقات اتنی مختصر رہی کہ دل سیر نہ ہوا۔ خدا جانے پھر کب ملاقات کا موقع ملے گا۔

میں پا بہ رکاب ہوں۔ سواری تیار ہے۔ نہ معلوم کس روز باگ اٹھے اور اس منزل سے دوسری منزل میں چلا جاؤں۔

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔ جب فرصت ملے خط لکھا کیجئے۔

والسلام مع الاکرام

خیال

فروری ۳۵ء

مکتوباتِ خیالؔ

(۳)

کلکتہ، تیسری اپریل ۴۴ء

مکرم و محترم۔ سلامہائے فراواں۔ محبت نامہ نے خوش وقت کیا۔ اس بیچ میں مجھے 'ندیم' کے مطالعہ کا موقع مل گیا۔ 'دلچسپ مغالطہ' اور 'حمیدہ' ندیم کے یہ دو مضامین ایک طرف اور ہندوستان کے مختلف رسالوں کے مضامین ایک طرف۔ بہار میں اگر ایسے لکھنے والے موجود ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کا صوبہ اردو نثر نگاری میں ملک کے کسی صوبہ سے کمتر سمجھا جائے۔ نوٹوں کی تحریر میں آپ کے قلم کا جواب مشکل ہے۔ زبان کے متعلق ہر مہینہ آپ لکھتے ہیں اور ہمیشہ ایک نئی بات پیدا کر دیتے ہیں۔ دماغ و قلم کی اس سے زیادہ اور کیا طاقت ہو سکتی ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ نے بہار کو ایک صحیح مذاق دیا اور دے رہے ہیں۔ آپ سلامت رہیں اور آپ کے سایہ میں 'ندیم' بھی سلامت رہے۔ آمین!

بے شک چھپے ہوئے مضامین کو پھر چھاپنا رسالہ کی وقعت کو گھٹاتا ہے۔ مگر یہ بات بھی زیادہ تر مضمون اور مضمون نگار سے تعلق رکھتی ہے۔ ہاں تبصرہ بر شاہنامہ بڑا مضمون ہے۔ اس پر ملک کے اکثر رسالے لے چھاپ رہے ہیں۔ لکھنؤ کے 'خیابان' نے بھی یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس لیے اگر اس طرف آپ متوجہ ہوں تو کیا عجب ہے؟ 'داستان اردو' میں ایک باب ہندو اہل قلم کا ہے۔ اگر آپ اسے چھاپنا چاہیں تو بھیج دوں۔ مگر یہ باب ذرا لمبا ہے۔ 'ندیم' کا آدھا حصہ اس کے نذر ہو جائے گا۔ اور ایسی چیزیں باقی آئندہ سے بے مزا ہو جاتی ہیں۔ یہ مضمون ایک حد تک نیا ہے اور اگر نیا نہیں تو کسی ایک جگہ ایسی چیز کا ملنا مشکل ہے۔

لائق رسالوں میں، بہتر اور کسی مشہور اہل قلم کے مضمون کو اول جگہ دی جاتی ہے اسے 'بلیس آف آنر' کہتے ہیں۔ وہاں اس کی قید اور بڑی احتیاط کی جاتی ہے۔ 'ندیم' میں بھی اس کا خیال کیا جائے تو بہتر ہو۔

'دلچسپ مغالطہ' کی سی 'کومیڈی' اور 'حمیدہ' کی سی 'ٹریجڈی' کو آپ کے رسالہ میں پہلی جگہ ملنی چاہیے تھی۔
مجھے امید نہیں کہ 'سرکار بہار' اردو کے لیے کچھ کرے گی۔ بہانے موجود تھے اور اب تو زلزلہ کا بہانہ سب پر بالا ہے۔ بہرکیف کوشش کیجیے، دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ آپ اس کام کے لیے مجھے جب بلائیں آسکتا ہوں۔ اس وقت پٹنہ جانے سے بہتر رانچی جانا ہوگا۔ آپ وہاں بھی آسکتے ہیں۔ ہمارے دماغ میں اسکیم ہے۔ آپ کرسے صاحب نیکر۔ غالباً اُسے پسند کریں گے۔
خط مجھے لکھا کیجیے۔ یہ نصف ملاقات تو ہے ہی، اس کے ذریعہ سے معاملات بھی طے ہو جاتے ہیں۔

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔

والسلام مع الاکرام۔ خیال

(ندیم: مارچ ۱۹۳۵ء)

(۴)

رانچی - ۱۲ مئی ۴۴ء

عزیز اکرم - ۸ تاریخ کے گرامی نامہ نے ممنون کیا - دواؤں کا پارسل اگر اس کوٹھی تک پہونچتا تو مجھے ضرور ملتا - خیراب زحمت نہ کیجئے -
میں نے سیل کرلی اور دوائیں مل گئیں -

مجھے بہار ہی سے نہیں، اس ملک سے، اور مسلمانوں ہی سے نہیں ہندوؤں سے بھی ناامیدی ہے کہ وہ ہمارے درد کا درماں
ہوسکیں! اُنھوں نے اب تک اس ملک کے اصلی مرض کو نہ سمجھا اس لئے اُسے اُلٹی دوائیں دی گئیں اور دیجارہی ہیں - قومیں جب اپنی روایات
بھول جاتی ہیں تو پھر اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہوسکتیں - یہی حال ہمارا ہے - اس سو برس کے اندر ہم نے خود کو کھو دیا - ۱۸۳۵ء سے باضابطہ
طور پر یہاں انگریزی رائج کی گئی - ہمارے علوم و زبان کو کچلا گیا - اور ولایت سے وہ مال ہم تک پہونچایا گیا جو ہمارے مزاج کے موافق
نہ تھا - غلط دوا جسم و جان کی دشمن ہے - سو برس کے اس لگاتار انجکشن نے ہمارا خون پانی کردیا - اب ہم میں رہا کیا جو ہم استادہ
ہوسکیں؟ ۱۹۱۶ء میں اس مرض کو بتایا گیا اور اُسکا درمان تجویز کر دیا گیا تھا - مگر تجربہ نے ثابت کیا کہ ملک و قوم اب تک شاعرانہ
ہے - ایک نوری کیف حاصل ہوجانے کے سوا اور غرض نہیں رکھتی - سترہ سال کے بعد بھی یہی نتیجہ ظاہر ہوا - اردو کانفرنس
(۱۹۱۶ء) کے ایڈریس کو جس طرح اسوقت غلط سمجھا گیا تھا اُسی طرح اسوقت بھی مغل اور اردو کو اور نظر سے دیکھا گیا - اور امید نہیں کہ اُسے صحیح
طور پر سمجھا جاسکے - وجہ؟ موجودہ تعلیم نے ہمارے قوائے عقلی کو شل کردیا ہے - مفلوج دماغ کیا کرسکتا ہے؟ اس مسئلہ کو ذرا وضاحت سے
مغل اور اردو کے اخیر باب میں بیان کردیا گیا ہے - مگر حاصل؟ مجھے بہت شبہ ہے کہ سو میں ایک نے بھی اسپر نظر کی - جہاں دماغ ہی بیمار
نہ ہوں، وہاں طبیب کیونکر پیدا ہوسکتے ہیں؟! یاد رکھنا چاہئے کہ غلامی اصل ذہنیت کی غلامی ہے - قومیں مفتوح ہوتی اور آزاد بھی
ہوجاتی ہیں - مگر اگر انکی ذہنیت مغلوب ہوگئی تو وہ کبھی آزاد نہیں ہوسکتیں - عربوں نے ایران کو فتح کیا - مگر چونکہ ایرانیوں نے اپنی زبان کو
مفتوح نہ ہونے دیا اس لئے وہ حقیقی طور پر کبھی مغلوب نہ ہوئے - بلکہ دو صدی کے اندر وہ اپنے فاتحین پر قبضہ کر بیٹھے - اور پھر اپنے پیروں پر کھڑے
ہوگئے - شاہنامہ پر میں نے وہ تبصرہ اسی غرض سے کیا تھا کہ قوموں کے عروج و زوال کے سبب کو سمجھا جاسکے - اس تبصرہ کو دو ہزار آدمیوں
نے ہماری زبان سے سنا اور اس سے زیادہ حضرات نے اُسے پڑھا - لیکن کتنے صاحبوں نے ہمارے مقصد کو سمجھا؟ مجلسوں اور مشاعروں کی
طرح سر بھی دُھنے گئے - مگر نتیجہ نہ نکلا - دماغوں میں گودے کے عوض جہاں بھوسا بھرا ہو وہاں کچھ نہیں ہوسکتا - غرض میں اکثر چیزیں پیش کرچکا ہوں
کہ وہ ہمارے جسم و جان کی صحیح غذا ہوسکیں - لیکن دماغ تیار نہیں - کیا کیا جائے؟ - میں نے ۳۵ برس اُردو ہی کی نہیں، زبانوں کی خدمت
کی ہے - ۱۹۱۲ء میں خالاؤں کا مال ایک مضمون شائع کیا - اسمیں فضول شاعری اور فضول شاعروں کا حال لکھا گیا تھا - اس مضمون کے نثر
لوگوں نے یاد کرلئے - مگر ہماری غرض و غائت کو کوئی نہ سمجھا - ۱۹۲۶ء میں ہمارے ملک الشعرا کا سا مضمون اسی مطلب سے عام کیا گیا
لیکن ایک کمزور دماغ رکھنے والی قوم نے صرف اسکی مزیدار نوعیوں پر نظر کی مضمون کی تہ تک نہ پہونچی - اسلئے فائدہ نہ اٹھاسکی - اپنی تجربات

کے بعد ہمارا دل اور قلم نہیں اٹھتا کہ کچھ لکھوں - ہماری قوم اس وقت حقیقتاً جس غلامی میں مبتلا ہے وہ اصل ذہنیت کی غلامی ہے اور
جب تک اس غلامی سے نجات نہ ملے ملک آزاد نہیں ہو سکتا - آپ کا وقت کچھ کرنے کا ہے - اس مسئلہ پہ لکھئے اور لکھوائیے - ملک کے اخبار اور رسالے
اور طرف جا رہے ہیں - انکی آواز سے بہت کم فائدہ ہوتا ہے - وہ آج تک ملک کی فطری زبان کو قوم کے دماغ میں جگہ نہ دے سکے - جب تک
کوئی ملک و قوم اپنی زبان کو نہ سراہے - اُس میں وہ طاقت نہیں آ سکتی جو قوموں کو سنبھالے رہتی ہے - اس خصوص میں آپکا بہار اور پیچھے ہے۔
وہاں اب تک زبان کا کوئی درجہ نہیں ہے - شاعری کرکے اور غزلیں کہہ کر سمجھتے ہیں کہ اُردو صوبہ کی عام زبان ہو جائے گی - یا چند نثر
کے مضامین بہار کو اُردو داں بنا دیں گے - اس ملک میں انگریزی اخبارات و رسائل کی کمی نہیں - اچھی انگریزی لکھنے والے بھی پیدا ہو گئے -
مگر اس سے کیا ملک کی زبان انگریزی ہو جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں - بہار میں بھی اُردو نظم و نثر کے کچھ اچھے لکھنے والے اگر نکل آئے تو وہ تعریف
کی بات ضرور ہو گی لیکن اس سے وہاں اُردو عام نہ ہو گی - زبانیں اسی وقت آگے بڑھتی اور عام ہوتی ہیں جب وہ صحیح طور پر مدرسوں
میں رائج ہوں اور ضروریات کو پورا کر سکیں - بہار کو مستقل صوبہ بنے ہوئے ۲۰ سال سے زیادہ ہو گیا - زبان کے مسئلہ کے متعلق اس صوبہ نے
اب تک کیا کیا؟ وہاں کے کتنے حضرات نے اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھا؟ اور اگر سمجھا تو انہوں نے آپکو کیا دیا؟ آپکے ہاتھ میں ندیم
جیسا پرچہ ہے - آپ بہاری خدائی فوجداروں سے یہ سوال کر سکتے اور اس کے جواب پر اُن حضرات کو بنا اور بگاڑ سکتے
ہیں - جب تک آپ محنت نہ ہوں گے اور خاص اس مسئلہ کو زندگی کا معیار نہ بنائیں گے آپ کوئی خدمت نہیں کر سکتے -

میں ۱۷ یا ۱۹ کو یہاں سے چلا جاؤنگا - کلکتہ میں اگر دو چار دن بھی ٹھہر گیا تو وہ مضمون بھیجدوں گا - ورنہ اُس وقت جبکہ
وہاں بہ اطمینان قیام ہو گا - اچھا سب بچوں کو ہزاروں دعا و سلام -

خیال

اپریل ۳۵ء

(۵)

رانچی - ۲ مئی ۴۴ء

عزیز المکرم! ضرورت مجھے تھی اس لئے سبقت میں نے کی۔ اُس دن اُدھر آپ صبح کو سدھارے اور اِدھر دوپہر بعد میں نے کارڈ روانہ کیا۔ گیا میرا خط آپ کے ساتھ پہونچا ہوگا۔ آج جواب ملنے کی امید تھی۔ مگر سفر کی تکان اور گومتی جی کے شہر کی گرمی جب ذرا دور ہوگی تو آپ مجھے یاد کرسکیں گے۔

رانچی اب چنداں گرم نہیں ہے۔ ابر آیا، مینہ پڑا اور ذرا ٹھنڈک ہوگئی۔ اس کے ساتھ ملک کے چار طرف سے آندھی آنا بھی شروع ہوگئی۔ پہلے گاندھی جی آئے۔ پھر اولے برسے اور منسٹر صاحب کے گھر میں سب سے زیادہ آپ کا کمرا آصف علی سے بھرا، اور نجم صاحب کا وکالت خانہ ڈاکٹر انصاری کا سوراجی دفتر بنا اور عزیز صاحب کے روم پر بھاگلپوری دیپ کا قبضہ ہوگیا۔ یہ تو خیر۔ مگر میز پر سوا لیو کے سوا دوسرا نظر نہیں آتا۔ لوگ رہتے کہیں اور ہیں لیکن صبح شام مٹن چوپ یہیں اڑاتے ہیں۔ منسٹر صاحب کے داہنے طائرۂ ہند (مسز سرجنی) اُن کے بعد کلکتہ کے ڈاکٹر بدھن، پھر لکھنؤ کے خلیق الزماں۔ اس طرح اِرد گرد انہیں کا قبضہ اور وہی باغیانہ باتیں! آج دن کو میں نے انہیں ذرا ترمیم کرا دی۔ کھانے کے بعد ہی مشاعرہ شروع ہوگیا۔ نجم صاحب کو مجبور کرکے انکی 'بہار' والی نظم پڑھوا دی۔ ہماری شاعرہ نے مزا لیا۔ آہ اور واہ پر صحبت ختم ہوئی۔ آپ بہت یاد آئے۔ یہاں رہتے تو لطف رہتا۔ یہ پارٹی ۵ کو جائے گی تو منسٹر صاحب سے باتیں ہوسکیں گی۔

خیال

مئی سنہ ۳۷ء

کلکتہ ۶ جون ۴۳ء

عزیز المکرم دام اشفاقکم - سلام و نیاز

رانچی سے میں نے ایک رجسٹری آپ کی خدمت میں روانہ کی تھی ۔ اس کا جواب میں نے کلکتہ طلب کیا تھا ۔ یہاں دوسری جون کو آیا ۔ دریافت کیا ۔ معلوم ہوا کہ کوئی خط آپ کا اب تک نہیں پہنچا ہے ! مہربانی کرکے اس رجسٹری کی فوراً رسید بھیج دیجئے ۔ مضمون اگر پسند آیا ہو تو وہ ندیم کے کس نمبر میں اور کس نام سے چھپے گا ؟

شاہنامہ پر تبصرہ نہ ملا ہو تو بھیجدوں ۔ بشرطیکہ واقعی آپ اسے پڑھیں ۔ اس طرح نہیں، جس طرح مغل اور اردو کو پڑھا گیا تھا ۔ میں شاعروں سے بہت بدظن ہوں ۔ یہ حضرات خیالی دنیا کے سوا حقیقی دنیا پر بہت کم نظر کرتے ہیں !

رانچی سے آتے وقت، سوری میں اترنے کی نوبت تو نہ آئی، مگر خاں صاحب قبلہ کی دور سے جھلک دیکھ لی ۔ خدا نے فضل کیا کہ وہ نزدیک نہ آئے ۔ بلا کٹی !

کلکتہ میں بھی پانی کا کال ہے اور گرمی کی ارزانی ۔ مگر گیا کی سی آگ نہیں برستی ۔ ذرا پانی پڑلے تو وعدہ پورا کروں اور کپتان صاحب اور میونسپل صاحب کو چھیڑوں ۔ خط لکھئے اور ضرور لکھئے اور جلد لکھئے ۔

والسلام مع الاکرام

خیال

جون ۳۵ء

(۷)

دہلی - ۱۳ اپریل ۳۵ء

عزیز المکرم دام الطافکم - شب کو تار ملا - اس محبت کا کیا شکریہ ادا کروں - کل ۱۴ کو ہمارے ...... سے اسٹیشن پر آپ ملیں گے اور امید ہے کہ کوئی بات آپ اُن سے طے کر لیں گے - بہار میں اُردو کی خدمت آپ کی معیت و اعانت سے، میں اپنا فرض سمجھتا ہوں - مناسب یہ ہے کہ آپ مسٹر ...... کی خدمت میں فوراً تجویز پیش کریں کہ وہ آپ کو اور مجھے عشرۂ محرم میں رانچی بلائیں - وہاں جا کر ہم لوگ ایک ایسی اسکیم بنا سکیں گے - جو موجودہ لحاظ سے قابل عمل ہو - میں زیادہ سے زیادہ ۲۱ اپریل تک یہاں رہوں گا - اسکے قبل مجھے خبر ملنی چاہئے کہ لوٹتے دن میں گیا کی طرف سے سفر کروں - اور پھر ہم آپ ساتھ رانچی جائیں - قبل اگر اطلاع نہ آئی تو پھر میں یہاں سے کلکتہ چلا جاؤنگا اور وہاں سے رانچی جانا سخت دشوار بلکہ شائد نا ممکن ہو جائے گا - اس لئے اس امر میں آپ عجلت کریں - ہمارا آئندہ پتہ یہ ہے -

C/o Sir Mohammad Yaqoob Kt
Queen's way
New Delhi

والسلام مع الاکرام
خیال

جولائی ۳۵ء

(۸)

رانچی - ۷ مئی ۳۴ء

عزیزالکرم - سخت انتظار کے بعد کل آپکا پوسٹ کارڈ (مورخہ ۲ مئی) ملا جس سے معلوم ہوا کہ آپ
دو ایس اور خط بھیج چکے ہیں. مگر اب تک نہ وہ ایس ملیں اور نہ خط! اور وہ خط بھی مجھ تک نہ پہونچا جو ڈاک پر روانہ کیا گیا۔ کشمیر کے سفر سے متعلق
غالباً اسی خط میں آپ نے کچھ تحریر کیا تھا۔ وہ خط ملتا تو اُسے پڑھ کر آپکو جواب لکھتا۔ اس کارڈ سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ غالباً آپکو کچھ
مجبوریاں ہیں - میں صرف اتنا عرض کرونگا کہ آدمی کو چانس ہمیشہ نہیں ملتا۔ اسوقت اتفاق سے کشمیر میں آپکے لئے وہ موقعے
نکل سکتے ہیں جو آئندہ سخت کد و کاوش کے بعد بھی پیدا نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ میں اسوقت خالی ہوں اور آپ کی
خدمت پر آمادہ۔ اس لئے میں گزارش کرونگا کہ اپنے فیصلہ پر آپ پھر غور کریں اور اس موقعہ (چانس) سے فائدہ اٹھانے کی کوشش
کریں ہمت مرداں مدد خدا۔ کشمیر میں .... زیادہ رہیں گے اور نہ دنیا مجھے آئندہ اتنی مہلت دے گی کہ آپ کے سے بے ریا
مہربان کی خدمت کر سکوں۔ مجھے واقعی ولولہ ہے کہ خدا کا نام لے کر یہ سفر کیا جائے۔ اللہ ضرور برکت دے گا۔ غور کیجئے اور بسم اللہ
کیجئے اور فوراً مجھے خبر دیجئے۔

ہمارے منسٹر صاحب اس کام کی طرف زیادہ راغب و مخاطب نظر نہیں آتے۔ اس لئے اب میں جلد یہاں سے
رخصت ہونا چاہتا ہوں - میں نے اپنے وطن 'بہار' کو ۴۴ برس قبل سلام کیا تھا۔ کلکتہ کے قیام نے اُسوقت اتنا سمجھایا تھا کہ بہار
انسان پرور نہیں ہے اور وہ اپنوں سے زیادہ غیروں کا ساتھی ہے۔ ۱۹۱۲ء میں صوبہ الگ ہوا۔ اس کے بعد بعض شناسی کیلئے
میں عظیم آباد گیا اور وہاں ایک سال رہا۔ اُس دفعہ زیادہ تلخ تجربہ ہوا اور اچھی طرح سمجھ میں آگیا کہ بہار کیا ہے؟ کلکتہ واپس گیا اور
پھر وطن جانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اب آپ کی ملاقات اور ہمت افزائی نے وطن کی یاد تازہ کر دی تھی اور اس لئے رانچی آیا۔ مگر
دیکھتا ہوں کہ یہ صوبہ ۴۴ سال پہلے جہاں تھا الحمدللہ اب تک وہیں ہے۔ اپنی جگہ سے ایک انچ نہ سرکا! اور نہ اُسکے بڑھنے کی آگے امید ہے۔
میں اب دنیا میں ایک 'خالی' آدمی ہوں۔ مجھ سے کام لیا جا سکتا ہے۔ مگر جبکہ بازار ماندہ ہو تو کیا کیا جائے؟ ہاں اگر آپ کشمیر
جا سکتے اور ہماری اسکیم کے مطابق وہاں کچھ ہو جاتا تو آپ کی معیت میں میں دکھا دیتا کہ ایک 'آدمی' کیا کر سکتا ہے۔ اس لئے یہ
دلی آرزو ہے کہ کسی طرح آپ وہاں جلد سے جلد جاتے اور ہم لوگ کچھ کام کراتے۔
میں ایمانداری سے کہتا ہوں کہ رسالوں میں مضامین شائع کرانے کا مجھے شوق نہیں ہے۔ بلکہ ایک حد تک مجھے اس
سے نفرت ہے۔ میں ایسے شاعروں کی بے نتیجہ واہ واہ اور مجلسوں کی وقتی آہ آہ سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ ہمارا ملک اور خصوصاً ہمارا
صوبہ اس قابل نہیں ہے کہ یہاں کوئی حقیقی کام کیا جائے اور اُسکا پھل بھی مل سکے۔ مغل اور اردو نے ہمارے اس عقیدہ کو اور

مضبوط کر دیا۔ بہار نے اس سے جو سرد مہری برتی وہ تو تعجب خیز نہیں۔ مگر اور جگہ کے حضرات نے جس طرح اسکا خیر مقدم کیا وہ افسوسناک ہے۔ کتاب خریدی، شاید اسے پڑھا بھی۔ اس لئے کہ اُس پر ریویو بھی نکلے۔ لیکن میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا مفہوم و مطلب سو میں دو نے بھی نہ سمجھا۔ ایسی حالت میں کوئی باحواس 'فضول' کیوں اپنا دماغ و وقت اُن لوگوں کے لئے برباد کریگا جو نہ دماغ لائے ہیں اور نہ دل؟ ندیم آپنے شائع کیا۔ کیا عمل پایا؟ ایسا پرچہ کسی اور جگہ اگر نکلتا تو آپ دیکھتے کہ کیا ہوتا۔ کل ہی لاہور سے ایک خط آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہاں کے رسالہ 'ادبی دنیا' کی پانسو جلدیں ماہانہ پنجاب گورنمنٹ نے خرید نا منظور کی ہیں جو وہاں کے اسکولوں کو دی جائیں گی۔ حالانکہ اُس رسالہ نے کبھی نہ کسی منسٹر صاحب کی مدح سرائی کی اور نہ کسی وائس چانسلر کی اور نہ اُنکی تصویریں شائع کیں! 'ندیم' کے لئے بہار نے اب تک کیا کیا؟ اسکا جواب ملنا چاہئے۔ میں نے جس مضمون کا 'ندیم' کے لئے وعدہ کیا ہے۔ کلکتہ سے بھیجدونگا۔ لیکن پھر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ بادلِ ناخواستہ ہوگا۔ محض آپکی محبت سے مجبور ہو کر، ورنہ میں اپنی کسی تحریر کو رسالہ کے ذریعہ سے شائع کرنا فضول سمجھتا ہوں۔

امید ہے کہ تبصرہ برشا بنامہ آپ نے کلکتہ سے منگوا لیا ہوگا۔ اُسے بہ غور پڑھئے اور اُس کے 'ماحصل' کو دوسروں تک پہونچا دیجئے۔ یہ ایک انقلاب پیدا کرنے والا بیان ہے۔ اسے اگر آپ کتابی صورت میں شائع کرنا چاہیں تو میں اسپر نظر ثانی کرجاؤں۔ پروفیسر طاہر کی کتاب 'زردشت' پر ہمارا ریویو اس قابل ہے کہ آپکی نظر سے بھی گذر جائے۔ طاہر صاحب سے طلب کر لیجئے۔

کپتان (وحید) صاحب، خواجہ منویل صاحب اور حبیب لبیب صاحب کو سلام و نیاز۔ امیدوار ہوں کہ یہ حضرات کچھ ایسا عمل پڑھیں کہ بینگلو ندی کے پشتہ پر پھر گھمنا ہو اور چند دن مزے میں گذر جائیں۔ آپنے اپنی مختصر ملاقات میں بہت کچھ مجھے عنایت کیا۔ ان میں نجم کا سا تحفہ بھی ہے۔ آپکا یہ احسان نہ بھولونگا کہ آپکی توجہ سے ایک 'انسان' مجھے ملا۔ خدا اس 'آدمی' کو تا دیر سلامت و باکرامت رکھے۔ آمین! جواب بہت جلد عنایت کیجئے۔

والسلام مع الاکرام

[illegible]

بہار نمبر ۳۰

(۹)

عزیز المکرم۔

انتظار تھا اور سخت۔ شکر کہ آج نامہ ملا۔ شکریہ۔ وہ مضمون یوں لکھا گیا ہے جس طرح بے تکلفانہ خط لکھتے ہیں۔ پھر یہ بھی تہیہ کر لیا گیا تھا کہ ہمارا قلم نہ معلوم ہو۔ اس کے علاوہ بعض ایسی باتیں بھی اس میں ہیں جن کا کسی دوسرے کے قلم سے دہرایا جانا موزوں ہوگا۔ اس لئے آپ اصرار نہ کریں اور نگ یا کسی اور نام سے اسے چھاپ دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد ہی ندیم کے لئے ایک ایسا مضمون بھیجدونگا جو ہمارے نام سے شائع ہو سکے گا۔ اس "رشوت" کے بعد خوش ہو کر ہمارے حق میں نیک فیصلہ کیجئے۔

بہار میں لکھنے والے تھے، ہیں اور پیدا ہوں گے۔ ندیم "بیج بو چکا ہے" درخت اُگیں گے اور پھل لائیں گے۔ مگر وہ خال خال ہوں گے۔ صوبہ کی عام زبان "ہندی (بہاری)" سے اردو اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ بہاری اپنا روز مرہ بھی درست کریں۔ پھر اس زبان کے لئے بھی اہل زبانوں کی طرح "لہجہ" کو بہت دخل ہے۔ پنجاب اپنی غرور میں گرا۔ اور بہار غفلت کا شکار رہا۔ یہ عیب دور ہو اور زبان آجائے، محال ہے!

شاہنامہ پر ترجمہ جب تک کتابی صورت میں نہ چھپے اُسکا فائدہ عام نہ ہوگا۔ ایسی چیز کسی زبان میں نہ ملے گی۔ آپ سے شائع کریں تو میں اُسے درست کردوں۔ خرچ زیادہ نہ ہوگا۔ اور جو ہوگا نکل آئے گا۔ جواب دیجئے۔

بھائی انجم ہوں یا بھیا مان پوری، دونوں قلم کے چور ہیں۔ مضمون لکھنے میں حاتم اور خط لکھنے میں قارون۔ اور میں چاہتا ہوں کہ یہ بھلے آدمی خط بھی لکھا کریں۔ جواب میں زبان کے اور پھر ادبی نکتے "خواہ مخواہ" زبانِ قلم پر آجائیں گے۔ اُن میں سے بیشتر ایسے ہوں گے کہ ندیم کے منہ میں پڑ کر وہ عام ہو جائیں۔ کیا اس کی طرف توجہ کی جا سکتی ہے؟

ہاں، گیا والوں پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔ مگر کلکتہ والوں پر وہ کب حلال ہے۔ آجکل یہاں تشریف لائیے تو معلوم ہو جائے، سنتا ہے کہ پسینہ میں یوں ڈوبتے ہیں کہ جہنم کی ایندھن بنے بھی تو اُس کے سلگانے میں میاں مالک کے ہاتھ خشک ہو جائیں۔ مجتری تو خیر، دو نگوڑے تک کو ترستے ہیں اور جی میں کہ اپنا پیٹ ہی اونچا ہنس کریں کہ ذرا ہنسی آئے، دل ٹھنڈا ہو اور اُن کے پاس بیٹھ کر پکوان تک جائیں، اُن پر چڑھائے جائیں اور پھر تو۔ رج۔ رج ذرا چھیڑے جائیں۔ دن گن رہا ہوں۔ اس لئے اُن تینوں کو دور ہی سے، ۲ نہیں، ۳ سلام!

اُردو حرفوں کے متعلق جو نوٹ لکھ کر مولوی شفیع داؤدی کو بھیج چکا ہوں، وہ اس قابل ہے کہ آپ بھی اُسے دیکھ لیں۔ مگر اب اس کی سبیل کیا ہے؟ نجم الہدیٰ سے پوچھئے، شائد وہ مدد کر سکیں۔ بہار میں یہ مسئلہ پھر چھڑے گا اور جلد۔ ابھی خبر نہ لی گئی تو آگے کچھ نہ ہو سکے گا۔ مولوی شفیع کے پاس جو مضمون ہے اُن سے مانگ لیجئے۔ وہ اُس کی نقل رکھ لیں۔ اصل آپکو بھیجدیں۔ مولوی نجم الہدیٰ اس کام کو انجام دے سکتے ہیں۔ دو مہینوں سے ندیم نہیں ملا ہے۔ ہمارے موجودہ پتہ پر بھیجدیجئے۔ جہاں رہو نگا مل جائے گا۔ یہاں بھی گھٹن رہی تو بھاگ جاونگا۔ ورنہ کلکتہ سے منتقہ نہیں نکلا ہوا ہے۔ کہاں جاونگا۔ والسلام

خیال

بہار نمبر ۳۵ء

(۱۰)

کلکتہ۔ دوسری اگست ۴۳ء

عزیز الکرم۔ عرصہ کے بعد آپکا خط ملا۔ اس سے پہلے یعنی ایک مہینہ کے اندر آپ کے یہاں سے کوئی خبر نہیں آئی۔ ورنہ گلا کیوں کرتا۔ مقدمہ کا حال معلوم ہوا۔ خدا جلد آپکو مکروہات سے نجات دے۔ آمین!

جولائی کا 'ندیم' سرسری طور پر پڑھ چکا ہوں۔ اُس میں 'ادبی نادر لیگ' کا سا مضمون نہ ہوتا تو یہ نمبر بہت زیادہ پھیکا رہتا۔ مگر آپ اہل علم میں سے ہیں۔ اس لئے دل چاہتا ہے کہ آپکا قلم کچھ علمی و ادبی باتیں بھی کرتا۔ یہ کون صاحب ہیں جنھوں نے 'سامرہ' پر نوٹ لکھا ہے؟ ایسے طلبا کے مضامین کو خود بھی دیکھ لیا کیجئے۔ اور احتیاط رہے کہ 'ندیم' میں ایسی چیزیں نکلیں جو ادبی لحاظ سے بھی اچھی ہوں۔

آپ کا رسالہ خالص علمی و ادبی پرچہ ہے۔ اس لحاظ سے محض 'شہرت' کی بنا پر حضرات کی تصویروں کا اُس میں شائع ہونا مناسب نہ ہوگا۔ یہ 'خوشامد' سمجھی جائے گی۔ اور ندیم نظروں سے گر جائے گا۔ آیندہ آپکو اختیار ہے۔ 'ہماری زبان' والا مضمون آپ اگست کے 'ندیم' میں چھاپ رہے ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ 'بہار' اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس لئے کہ وہ 'زمین' اِدھر ۳۰، ۴۰ سال سے 'وہ دماغ' نہیں پیدا کرتی جس کی ایک ایسے خود رَو صوبہ کو ضرورت ہے۔ بہرکیف اُس مضمون کے نہ چھپنے سے اُس کا چھپ جانا بہتر ہے۔

وعدہ پورا کرتا ہوں۔ 'نادر اتحاد' والا مضمون جاتا ہے بغیر شائع کر دیجئے۔ لیکن محض 'تماش بینوں' کو ایسی چیزیں کیا پسند آئیں گی۔ جو محض 'تخیلات' پر گذارہ کر رہے ہوں وہ کسی ریسرچ کی کیا قدر کر سکتے؟ ایسی محنتوں کی کیا داد دے سکتے ہیں۔ اسی لئے میں نے جا بجا 'اس میں ادب کی چاشنی بھی ذرا بڑھا دی ہے کہ اس مزے میں شائد وہ پڑھا جا سکے۔ لیکن میں 'نئے لوگوں' کی جگہ لینا پسند نہیں کرتا۔ نوجوان نکل رہے ہیں۔ وہ بڑھیں اور میدان لیں۔ میں تو اخیر صف اور پنشن خواروں کی فہرست میں آچکا۔ یہ محض آپ کی خاطر تھی اور پہلے وعدہ کا خیال تھا کہ مضمون جا رہا ہے۔ ورنہ آپکو علم ہے کہ رسالوں کے لئے میں مضامین کبھی نہیں بھیجتا۔ آپ اتنی مہربانی کریں کہ ہماری اس 'احتیاط' کو اپنے نوٹ میں قلمبند کر دیں۔ ورنہ ہندوستان مجھ پر ٹوٹ پڑے گا۔ شکایتوں کے علاوہ 'فرمائشیں' آنا شروع ہوں گی۔ اور میں پریشان ہو جاؤں گا۔ مضمون بہ یکدفعہ شائع کیجیے 'باقی آئندہ' دکھ دینے والا فقرا ہے۔ اسکی رسید فوراً بھیجدیجئے۔ خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔ والسلام مع الاکرام

خیال

اکتوبر ۳۵ء

(۱۲)

دہلی - ۱۸ اپریل ۴۴ء

عزیز کرم و محترم! کل خط لکھ چکا اور مسٹر عزیز کا تار لفافہ میں رکھ کر بھیج چکا ہوں۔ ہمارا کام یہاں ختم ہوگیا۔ اسلئے انشاءاللہ ۲۱ کی سہ پہر کو ایکسپریس میں روانہ ہونگا۔ یہ گاڑی دوسرے دن اتوار کو ۸ بجے صبح گیا پہونچے گی۔ آپ مستعد رہیں اور وہاں سے ہم لوگ ساتھ رانچی جائیں۔ مسٹر عزیز نے آپکو بھی بلایا ہے۔ گرمی سخت ہے مگر اتنی تکلیف ایک نیک کام میں اٹھانی پڑے گی۔ اب روانگی کے تار کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی وجہ سے سفر ملتوی ہوگیا تو البتہ تار پر خبر دوں گا۔ والسلام مع الاکرام۔ خیال

(۱۳)

نئی دہلی - ۲۰ اپریل ۴۴ء

عزیز المکرم والمحترم۔ سلام ہائے فراواں۔ پرسوں آپ کی خدمت میں خط بھیجنے کے بعد آپکا لفافہ ملا۔ شکریہ۔ جیسا کہ لکھ چکا ہوں کل (ہفتہ) سہ پہر کے ایکسپریس میں انشاءاللہ روانہ ہوں گا۔ اتوار کو دن کے ۹ بجے یہ گاڑی گیا پہونچے گی۔ میں اس رستے سے نابلد ہوں۔ رانچی کے لئے کس جگہ گاڑی بدلنی ہوگی، نہیں جانتا۔ اس لئے مسٹر عزیز کو یہ خبر تو دیدی کہ کب روانہ ہوتا ہوں۔ مگر انہیں یہ نہ بتا سکا کہ اتوار کو کس وقت رانچی پہونچونگا۔ آپ اتنی عنایت کریں کہ اس خط کے ملتے ہی انہیں تار دیدیں کہ فلاں گاڑی سے اور فلاں وقت ہم لوگ رانچی پہونچیں گے۔ اب انشاءاللہ پرسوں اتوار کو اسٹیشن پر ملاقات ہوگی اور پھر ریل میں ہمارے آپکے باتیں رہیں گی۔ خیال

(۱۴)

کلکتہ - ۲۲ اگست ۴۴ء

عزیز المکرم۔ خط کی رسید دے چکا ہوں۔ امید ہے کہ داستان کا ایک ورق "نادر یادگار" ستمبر کے ندیم میں شائع ہوجائے۔ آئندہ کے لئے اس سلسلہ (داستان) کا ایک اور ورق جاتا ہے۔ یہ چیزیں ریسرچ اور ذرا محنت کی ہیں جس کیلئے یہ ملک تیار نہیں۔ ہماری زندگی صرف تخیلات پر ہے۔ اس لئے ایسی چیزیں کیا بھائیں گی۔ دوسرے یہ کہ اوروں کے خلاف میں زیادہ تر اردو بولتا اور لکھتا ہوں۔ عربی فارسی کے رسیا شاید اسپر منہ بنائیں گے۔ خیر۔ میری جو کمائی تھی وعدہ کے مطابق، میں نے آپ کے سپرد کر دی۔ جس طرح جی چاہے اسے صرف کیجئے۔ ہم آپ بے باق ہوگئے۔ خیریت، رسید اور مقدمہ کا حال لکھئے۔ بہار میں اردو کے متعلق آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ مجھے امید نہیں کہ وہاں کچھ ہوسکے۔ بار بار لکھ چکا ہوں کہ چند اچھے لکھنے والوں سے کسی جگہ کی زبان بڑھ نہیں سکتی۔ اور جب تک روزمرہ درست نہ ہو، بہار کی زبان، اردو نہیں بن سکتی۔ نہ یہ ہوگا اور نہ وہاں کی زبان ملک میں کوئی درجہ حاصل کرسکے گی!

والسلام مع الاکرام

خیال

ندیم دسمبر ۳۵ء

(۱۵)

رانچی - ۲۸ اپریل ۴۴ء - سہ پہر -

عزیز الکرم - آپ کے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ ہماری دوائیں دو دونوں کی اور ہے اور یہاں اُنکا ملنا [illegible]
مشکل ہے - اس لئے زحمت دیتا ہوں کہ اس کارڈ کے ملتے ہی حسب ذیل دوائیں خوب کٹوا کر فوراً پارسل کر دیجئے، ممنون ہونگا -

چھوٹی ہڑ - بڑی ہڑ - کالا نمک - سنا - سونف - ہموزن -

آپ کے رخصت ہونے کے بعد سے گھبرا رہا ہوں - خدا کرے جلد ملنا ہو - 'سفر' کا تصفیہ کر کے جلد خبر دیجئے کہ [illegible]
سامان درست کر سکوں - ۷ مئی اور ۱۲ مئی کے اندر سفر مناسب ہوگا - خط رانچی لکھئے - والسلام مع الاکرام

خیال

(۱۶)

کلکتہ ۲ اگست ۴۴ء

عزیز الکرم - مضمون (ہماری عورتیں) کی رسید کا انتظار کر کے کل یاد دہانی کر چکا تھا کہ آج آپ کا محبت نامہ [illegible]
مضمون بہار نمبر کے لئے موزوں نہ ہوگا - اُس موقعہ پر کوشش کرونگا کہ بہار کے تعلق کی کوئی چیز قلمبند کر دوں - [illegible]
آپکے صوبہ اور عظیم آباد سے بے تعلق ہے - یہ کیونکر ممکن ہے کیونکہ وہ اول ارض میں جیسی [illegible]
ہوئے لوگ وہاں نہ رہے - دل انہیں ڈھونڈھتا ہے - موجودہ پود کا 'سر' ہماری سمجھ میں نہیں آتا - اس لئے [illegible]
رہتا ہوں اور اُن سے معاشرت پسند نہیں کرتا - بہار نمبر میں اتنا ضرور ہونا چاہئے کہ اُس صوبہ سے متعلق مضامین [illegible]
ورنہ رسالہ میں کوئی خاص بات پیدا نہ ہوگی - خدا آپکو مقدمہ کی بلا سے جلد چھڑائے کہ کھل کر باتیں ہو سکیں - آپ [illegible]
اس سے بہتر قیمت مجھے کیا ملے گی - خدا کرے اُس وقت میں بھی یہاں رہوں - اپنے آنے کی خبر قبل دیجئے گا - ہمارے [illegible]
کے متعلق آپنے کچھ نہیں لکھا کہ وہاں وہ کن کانوں سے سنا گیا؟ میں آجکل اچھا نہیں ہوں - والسلام

خیال

پتہ انگریزی میں لکھا کیجئے -

جنوری ۱۹۳۶ء

(۱۶)

کلکتہ - ۲۰ ستمبر ۳۴ء

عزیز المکرم - کارڈ ملا - آپ منجر ندیم کے شاکی ہیں اور میں قوم بھر کا - ہمارے یہاں بدحواسیاں ہیں ہوش کہاں؟ یہ ہوتا تو ہم اس طرح غلام نہ بنے رہتے! خیر! ندیم اب بھی نہ ملا - غالباً آپ نے اس کے بھیجنے کی تاکید کی ہوگی مگر کچھ نہ ہوا - اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بدحواسیاں اور بے خیالیاں دونوں ہیں - اور کیا کہوں - خدا آپ کو مقدمے سے نجات دے اور اس کام میں لگائے رکھے جس سے آبرو باقی رہے - باقی رہی ادب بازی یہ تو! وہ کمینے جیسے دنیا میں کچھ نہ کرنا ہو - آپ کو بہت کچھ کرنا ہے - میں بیچارہ کام نہیں شناسا ہوں - اس لئے اپنی بازیوں سے پرہیز کرنے کی فرمائش کرونگا - نہ کہ فضول ہمت بڑھاؤں -

خیال

(۱۷)

پٹنہ سٹی - ۵ نومبر ۳۴ء

عزیز المکرم - میں ۲۸ اکتوبر سے پٹنہ میں ہوں - آپکا خط کلکتہ سے لوٹ کر یہاں ملا - شکریہ - الحمدللہ وہ کام بروقت انجام پا گیا - دریا نہیں کار بند ساقی! کل لکھنؤ کا ارادہ ہے - وہاں سے علی گڑھ و دہلی جاؤنگا - وہاں کچھ دن رہنا ہوگا - خط وغیرہ اس پتہ پر بھیجئے جو کارڈ کے پشت پر ہے - جہاں رہونگا مل جائے گا - حمید صاحب (لودیکٹرہ) آپ کے بہت شاکی ہیں - ندیم انہیں نہیں ملتا - 'ہماری زبان' اور 'نادر اتحاد' والے مضامین جن نمبروں میں نکلے ہیں انہیں اور جناب سید مجتبیٰ حسین خاں صاحب (حاجی گنج - پٹنہ سٹی) کے نام فوراً بھیج دیجئے -

خیال

محترمہ سعادت کچلو کے چند خطوط

(بنام جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب ایم اے پی ایچ ڈی)

حادثہ جلیانوالہ باغ کی ایک یاد!

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

جلیانوالہ باغ کے ہیرو ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال تھے۔ ان کے مقدمات کی طرف اس زمانہ میں سارا ہندوستان متوجہ تھا۔ ڈاکٹر سیف الدین اور جناب ڈاکٹر سید محمود یورپ میں رفیق درس تھے۔ ڈاکٹر کچلو کے مقدمات کے سلسلہ میں انکی بیگم محترمہ سعادت کچلو کے چند خطوط جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب کے نام آئے تھے، وہ ذیل میں پیش ہیں۔ امید ہے کہ ان کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

امرتسر۔ کٹڑہ جیمل سنگھ

معرفت میاں حفیظ اللہ صاحب وکیل و میونسپل کمشنر

۴ مئی ۱۹ء

برادر مکرم

آداب۔ آپ کا ہمدردی سے بھرا ہوا خط مجھے پرسوں گھر سے ہوتا ہوا یہاں ملا۔ جس سے میں آپ کی بڑی شکر گزار ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب آپ کا ذکر مجھ سے اکثر کیا کرتے تھے۔ اس لیے میں اس رشتۂ محبت سے پورے طور پر آگاہ ہوں۔ جو آپ میں اور ان میں قائم تھا اور ہے +

ڈاکٹر صاحب کو ۱۰ اپریل گزشتہ کو گورنمنٹ پنجاب کے حکم سے دھرم سالہ لے گئے تھے۔ جہاں وہ ۲۷ مئی تک بند رہے۔ وہاں ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ اب ۲۸ مئی سے واپس لائے گئے ہیں۔ اور اس دن سے لاہور سنٹرل جیل میں ہیں۔ ان پر مقدمہ چلائے جانے کی خبر ہے۔ لیکن ابھی تک تاریخ کا کوئی پتہ نہیں +

جو بیگ بیٹے کے قریب اپنے گھر آ ہیں ۔ لیکن اب اپنے والو کے گھر ہوں ۔ اور آئندہ
آپ خط لکھیں ۔ تو انہیں کی معرفت لکھیں +

جس تکلیف اور تشویش سے دن گذر رہے ہیں ۔ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ۔ دعا کیجئے ۔
کہ توفیق صبر کے ساتھ اس مصیبت کو کاٹ سکیں ۔ اور انجام بخیر ہو ۔ آمین ثم آمین
آپ کے بھائی کے انتقال کی خبر سے بڑا رنج ہوا ۔ خدا اُن کو غریق رحمت کرے ۔
اور آپ لوگوں کو صبر بخشے ۔ آمین +

آپ کی علالت کی خبر سے بھی پریشانی ہے ۔ اپنی خیریت سے مطلع کریں ۔ تاکہ تسلی ہو +
آپ کی ہمدردی اور تسکین بخشی کی خاص طور پر شکرگزار ہوں ۔ اور آپ کے
خط سے میرے دل کو بڑی تقویت ہوئی ہے ۔ زیادہ والسلام

آپ کی بہن سعادت (کچلو)

امرتسر ۴ جون

برادر مکرم

آداب ۔ امید کہ میرا پہلا خط آپ کو مل گیا ہو گا ۔ مقدمہ کی تاریخ
۶ ماہ حال مقرر ہوئی ہے ۔ یعنی آئندہ پیر کے دن مقدمہ شروع
ہو جائے گا ۔ اطلاعاً تحریر ہے ۔ دعا کیجئے کہ انجام بخیر ہو ۔ آمین

اکتوبر سنہ ۶۰

امرتسر ۲۲ مئی

برادرِ مکرم

آپ کا ہمدردی سے بھرا ہوا خط مجھے کئی دن ہوئے ملا تھا ۔ اس کا جواب میں دیر میں جلدی نہ دے سکی ۔ کیونکہ انہیں پُر مصائب ایام میں خدا تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا کیا ہے ۔ جو غریب آج نو روز کا ہے ۔ آپ کا خط ملا تو میں جواب لکھنے کے بالکل قابل نہ تھی ۔ اس لیے امید کہ معذور سمجھی جاؤنگی ۔

ڈاکٹر صاحب کے مقدمہ کی تاریخ ابھی معلوم نہیں ہوئی ۔ لیکن غالباً آج یا کل تک ہو جائیگی ۔ آپ ز مقدمہ کی پیروی کیلیے آنا چاہیں ۔ تو ایڈمنسٹریٹر مارشل لا ایریا لاہور سے اجازت طلب کریں ۔ کسی اور بات کے دریافت کرنے کی ضرورت ہو تو چیف سکریٹری گورنمنٹ پنجاب لاہور سے دریافت کرنا چاہیئے ۔ جس وقت تاریخ معلوم ہوگی میں آپ کو فوراً اطلاع دونگی ۔ آپ کی ہمدردی کی نہایت درجہ شکرگزار ہوں ۔

دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ ان معصوم بچوں پر جن میں سے ایک پونے تین سال کی بچی اور دوسرا نو دن کا معصوم بچہ ہے رحم کرے ۔ زیادہ نیاز

آپ کی مشکور بہن سعادت

اکتوبر ۱۹۴۳ء

امرتسر [illegible]

برادر مکرم — آداب

آج بہت دنوں کے بعد آپ کو خط لکھ رہی ہوں — دوران مقدمہ میں آپ کے کئی خطوط ملتے رہے — جن کا کافی جواب میں نہ لکھ سکی — اس وقت مجھے سارا زمانہ تیرہ و تار نظر آتا تھا — اور معلوم نہیں ہوتا تھا — کہ کیا ہوگا؟ آخر کار عدالت نے اپنا فیصلہ سنا دیا — اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا اُن کی خاطر جناب عدل پرور نے تجویز کی — خداوند کریم کی رحمت کے قربان جائیے — اسی کی بندہ نوازی تھی — کہ مجھ صبر اور شکر کی نعمتیں عطا کیں اور میں نے اس سخت مصیبت کو خوشی کے ساتھ برداشت کر لیا — گو جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گیا ہے لفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ترحم خسروانہ کی بدولت وہ سزا دو سال قید سخت سے بدل دی گئی ہے۔

آپ کے دونوں خط جن میں ایک [illegible] کے نام تھا — اور دوسرا میرے — مجھے مل گئے تھے میں اور اُن کے بارہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کا طرز عمل اس عرصہ میں نہایت عمدہ رہا ہے — انہوں نے قابل تعریف حوصلہ سے کام لیا — اور برابر مجھے بھی صبر و شکر کی بہت بندھاتے رہے — یہاں تک کہ عدالت کے فیصلہ کے وقت بھی انہوں نے کچھ پروا نہ کی تھی۔

میں اس عرصہ میں ان سے صرف تین بار مل سکی ہوں — دو بار مارشل لا کورٹ میں اور ایک بار سنٹرل جیل میں (جس کو آج کل [illegible] کہتے ہیں) چونکہ ملاقات کی اجازت چھ مہینے میں ایک بار مقرر کی گئی ہے — اس لئے دوسری ملاقات کے لئے ابھی ساڑھے پانچ مہینے کا اور انتظار [illegible] ہے۔

رہائش کے لئے یوروپین وارڈ میں جگہ دی گئی ہے — لالہ ہرکشن لال — پنڈت رام بھجدت اور [illegible] صاحب [illegible] ایک ہی جگہ رکھے گئے ہیں — پلنگ اور بستر وغیرہ تو سب ملتے ہیں — کھانا باہر سے جاتا ہے — گو کسی کتاب کی پڑھنے کی اجازت نہیں — لیکن سننے میں آیا ہے کہ کھانا اچھا اور قیدیوں کی نسبت بہتر ہوتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ جس نے اس سخت مصیبت سے نجات بخشی — اسی نے اس مشکل کو سہل کیا ہے — اور اسی سے امید ہے کہ اس کو بھی آسان کرے گا — لیکن بھائی جان جتنی سخت تکلیف

اس خیال سے ہوتی ہے۔ کہ جو دو سال کی قید تنہائی رہ گئی ہے بہت بار ہے۔

چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کی وجہ سے اور بھی تکلیف ہے۔ اپنا دل کسی کام کو نہیں چاہتا۔ لیکن
بچوں کی وجہ سے ہمت کرنی پڑتی ہے۔ بچی جیل میں میرے ساتھ رہ گئی تھی۔ تو
باپ کی گود سے نہ اترتی تھی۔ کہتی تو رہا جانی ہمارے ساتھ گھر کیوں نہیں چلتے؟
پریوی کونسل میں اپیل کی درخواست کی گئی ہے۔ ابھی تک منظوری کی خبر نہیں ہوئی۔
پنجاب ہائی کورٹ میں [illegible] کی معرفت کام ہو رہا ہے + دعا کیجیے۔ کہ خدا کامیاب کرے۔ [illegible]
دراصل ڈاکٹر صاحب کو سزا نہایت ناانصافی سے غیر منصفانہ طور پر دی گئی ہے۔
وکیلوں اور بیرسٹروں کا خیال ہے۔ کہ مقدمہ بالکل بے جان ہے۔ استغاثہ کی شہادت
سوائے سرکاری گواہ کے جو ملزم تھا اور وعدہ معاف گواہ بن گیا۔ سراسر ہمارے حق میں
ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ یہ سب واقعات اخبارات کے ذریعہ سے روشنی میں لائے جائیں
لیکن یہ بات میرے بس کی نہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کے دوستوں کا کام ہے۔
جو قانون پیشہ ہیں۔ اور جن میں آپ بھی شامل ہیں۔ آپ لوگ ہمت اور
مدد کریں گے۔ تو بہت کچھ ہو گا +

زیادہ کیا لکھوں۔ اپنی اہلیہ صاحبہ کی خدمت میں میرا سلام کہہ دیجیے گا۔ والسلام

آپ کی بہن سعادت

اکتوبر سنہ ۴۲ء

یعنی

مکتوب حضرت علامہ سید سلیمان ندوی بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی بی اے

حضرۃ الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی وفد خلافت کے رکن ہو کر مولانا محمد علی مرحوم وغیرہ کے ساتھ یورپ تشریف لے گئے تھے، یہ مکتوب حضرت ممدوح نے فرانس سے مولانا عبدالماجد کے نام لکھا تھا - مکتوب ادبی لطافتوں کے ساتھ نئی معلومات کا حامل ہے - یہ ذاتی مکتوب اب ناظرین بہار نمبر کی خاطر وقف عام کیا جاتا ہے - ناظرین بہار نمبر کی خوش نصیبی ہے کہ یہ نوادر ان کے حصہ میں آئے -

السلام علی مبلغ السلام [1]

ادھر چند ہفتوں سے میں جناب کے علمکدہ میں حاضر نہیں ہوا - عفو کا خواستگار ہوں، واقعہ یہ ہے کہ میں یکایک سخت بیمار ہو گیا، میرے پیٹ میں ہندوستان میں دو دفعہ درد ہوا تھا جو ریاحی سمجھا گیا، مگر جہاز پر قدم رکھنے کے ساتھ وہ ماہانہ دورہ کی شکل اختیار کرتا گیا، یہاں تک کہ پچھلا دورہ ۱۹ رجون کو اس قدر سخت پڑا کہ میں مایوس سا ہو چلا، اور اس سکرات کے عالم میں تمام مقدس ادعیۂ ماثورہ، وکلمات طیبہ میں سے "مرد آزاد" (غالب) کا یہ شعر زبان پر تھا [2]

رکھ لی میرے خدا نے مری بیکسی کی شرم
مارا دیارِ غیر میں مجھکو وطن سے دور

بارے علاج سے تسکین ہوئی، "گال بلیڈر" نام ایک جھلی تجویز ہوئی، اور صرف آپریشن اس کا علاج بتایا گیا، تین چار انگریز ڈاکٹروں کی یہی رائے ہوئی، مگر ہم لوگوں کے ایک کرم فرما ترک ڈاکٹر نہاد رشاد نے جو پیرس کے اخبار "اکوڈی اسلام" (نوائے اسلام) کے ایڈیٹر ہیں بامرار کہا کہ آپریشن کے بغیر علاج ہو سکتا ہے، اور اس سلسلہ میں انہوں نے یہ خوب کہا کہ ہندوستان میں انگریز ڈاکٹروں کا اعتبار کتنا ہی ہو، لیکن دنیا میں ان کو کوئی ڈاکٹر تسلیم نہیں کرتا، فرنچ ڈاکٹروں کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں، چنانچہ وہ خود مجھے پیرس کے امراض معدہ و جگر کے ایک فرنچ ماہر کے پاس لے گئے، اس نے دیکھا تو کہا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں، اور طبی رائے میں ڈاکٹر رشاد کی ہر طرح تائید کی، بہر حال ان لوگوں کے مشورہ سے چند روز کے لئے ویشی (فرانس میں) قیام ہے، یہ معدہ و جگر کی بیماریوں کے لئے تمام دنیا میں ایک ہی صحت گاہ ہے، یہاں ان بیماریوں کے بہترین ڈاکٹر ہیں، یہاں کے قدرتی چشموں کا پانی معدہ و جگر کے لئے اکسیر ہے، ڈاکٹر رشاد کے ایک فرنچ دوست یہاں ڈاکٹر ہیں ان ہی کے زیر علاج ہوں، دوا یہ ہے کہ دن میں پانچ چھ مرتبہ مختلف چشموں کا پانی پینا، صبح اٹھ کر انہیں چشموں کے گرم حمام میں خاص طریقے سے غسل کرنا -

آپ نے اپنے عنایت نامہ میں اپنے مذہب [3] کی جو تفصیل کی ہے مجھے اس سے قطعاً اختلاف نہیں، دنیا میں امن و سلامتی کے دور کا مسلمان

---

[1] اس زمانہ میں مکتوب الیہ "امن عام" کے فلسفے کے منادی تھے اور رچرڈ پال کی کتاب "پیام امن" کا ترجمہ کر رہے تھے -
[2] یعنی امن و سلامتی کی عالمگیری اور ہر طرح کی لڑائی سے پرہیز -

سے بیمار خواہاں کون ہوگا؟ کمزور قوموں کے لئے تو یہ آوازِ نویدِ حیات ہے لیکن میرا یہ کہنا ہے کہ اس آبِ حیات کی ضرورت تو جفا پیشہ، اپنی قوت و طاقت پر مغرور، امن و سلامتی کو اپنی تلواروں سے وابستہ سمجھنے والی قوموں کو ہے، آپ ہندوستان کی اسپرٹ کو امن و سلامتی کے وعظ سے کیا فائدہ پہونچا سکتے ہیں، ہاں اس سے یہ ہوگا کہ اس میں زندگی کی جو کچھ بھی روح ہے اُس کا بھی خاتمہ ہو جائے ۔ ع

جو خود ہی مر رہا ہے اُس کو گر مارا تو کیا مارا

میری قسمت میں ہندوستان کے ہیروؤں سے ملاقات بھی وطن سے دُور ہی مقدر تھی، لندن میں ٹیگور کا شرف دیدار نصیب ہوا اور پیرس میں ڈاکٹر بوس سے نیاز حاصل ہوا۔ ۲۰ جولائی کو پیرس کے عجائب خانۂ تاریخ طبعی (میوزیم آف نیچرل ہسٹری) میں ڈاکٹر موصوف کا لیکچر تھا۔ یہ عجائب خانہ ایک وسیع عمارت ہے جس کے اندر نباتات و حجریات کا مجموعۂ عجائبات ہے۔ میں نے اس کو بالکل سرسری دیکھا کیونکہ میری دلچسپی کی چیز یہ تھی، ڈاکٹر بوس کا لیکچر جو نباتات کے قوتِ احساس پر تھا، حاضرین میں فرانسیسیوں کے ساتھ ہندوستانی طلبہ کا بھی مجمع تھا، برقی روشنی کا عکس سامنے کی دیوار کے پردہ پر ڈال کر اپنے ایجاد کردہ نازک و لطیف آلات کے ذریعہ سے اس میں نباتات کی نہایت ہی لطیف حرکت کا نقشہ دکھا رہے تھے، اور زبانی مسائل کو سمجھاتے تھے۔ وہ فرنچ نہیں جانتے، انگریزی میں تقریر کر رہے تھے، اور ایک فرنچ پروفیسر اُن کی انگریزی تقریر کا فرنچ میں لفظی ترجمہ سناتا جاتا تھا۔ تقریر کے بعد چند پروفیسروں نے ڈاکٹر موصوف کی تعریف کی۔ اس کے بعد ہندوستانیوں نے ان کو اسٹیج پر جا لیا اور وہ اس ہال کے چاند بنکر ہمارے درمیان کھڑے ہوگئے۔ ایک دوست نے میرا تعارف کرایا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان مایوس نہ ہوں، ترقی امید کے سہارے جیتی ہے، پھر کہا کہ میں بھی ایشیا ہی کی خدمت کر رہا ہوں، اور بتاتا ہوں کہ ایشیا کا دماغ خدا کے عطیوں سے محروم نہیں، میں چاہتا ہوں کہ ہندوستانی ادھر بھی توجہ کریں، ڈرتا ہوں کہ میرے بعد یورپ یہ نہ کہے کہ بوس ایک مستثنیٰ ایشیائی تھا، ورنہ ایشیائیوں کا دماغ حقیقت میں اس لائق نہیں،

پیرس میں میں نے عربی کی چند کتابیں دار المصنفین کے لئے خریدی ہیں، اکثر تاریخ و جغرافیوں سے متعلق ہیں، ان میں آپ کے کام کی کوئی چیز نہیں یعنی فلسفہ کی کوئی کتاب نہیں، ہیئت پر ایک دو کتابیں ہیں، اور یہ سب یورپ کی چھپی ہوئی ہیں۔ جس مقام سے میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں یہ اس شہر کا ایک کلب ہے، جس میں مختلف مقامات پر کئی ہزار کرسیاں پڑی ہیں، جس کے ممبر ہی ان پر بیٹھ سکتے ہیں۔ اب آپ سنئے کہ یہ تمام کرسیاں شروع سے آخر تک ہمیشہ معمور رہتی ہیں، اس کے ایک گوشہ میں تھیٹر ہے، دوسرے گوشہ میں رسٹوران ہے، ایک کمرے میں اخبارات ہیں جن کو لوگ پڑھ رہے ہیں، اس کے مقابل کے دو بازوؤں کے کمروں میں میز کرسی اور بنچ پر خط لکھنے کے لئے لفافہ، کاغذ اور دوات و قلم ہیں اور یہ دونوں کمرے لکھنے والوں سے بھرے ہیں۔ سامنے لائبریری ہے اور لائبریری کے سامنے ہی قمار خانہ ہے، جہاں تمام دن شرفائے فرانس بیٹھے جوا کھیلتے رہتے ہیں، کھیلنے والوں کے چاروں طرف تماشائی ہیں، باغ کی ایک روش پر "لذتِ شب" کے سوداگروں کا بازار ہے، تماشا خود محوِ خرام ہے، اور تماشائی زیرِ لب جگر کاٹ رہے ہیں، ایک اور طرف رقص و سرود کا سامان ہے، یہ مجموعۂ نیرنگی اور ایک ہی دسترخوان پر صف بصف مختلف الوانِ نعم، فرنچ تمدن کی خاص خصوصیت ہے۔ کیا آپ ہندوستان میں بھی یہی نقشہ چاہتے ہیں؟

افسوس کہ میں "اہلِ تجربہ" میں نہیں، ورنہ کچھ "نیچرل میوزیم" کی "ہسٹری" بھی سناتا، دُور سے دیکھتا ہوں اور سہم جاتا ہوں کہ یورپ کے علم کا سایہ جس سرزمین پر پڑا وہ اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے، فلسطین اور عراق انگریزی برکات کے ظلِ ہمایوں میں، اور بلادِ شام فرانسیسی تمدن کے زیر سایہ انہیں سعادتوں سے مالا مال ہونگے۔ اب آپ سُنیں گے کہ بیت المقدس میں، مقامِ خلیل میں، خانقاہِ بغداد میں، مدفنِ بلال میں، مرقدِ حسن بصری میں، مقتلِ حسین میں کس قدر قمار خانے، کس قدر قحبہ خانے، اور کس قدر دار الفواحش قائم ہوئے ہیں، اور تھیٹروں اور سنیماؤں کے لئے ان مقاماتِ مقدسہ کے کون کون سے موزوں قطعے منتخب ہوئے ہیں،

ترکوں کے عہدِ حکومت میں یہ چیزیں قانوناً ممنوع تھیں، کیونکہ وہ جفا کار وحشی تھے، اور اب تو آزادی کا دور دورہ ہے، یورپ ہم کو اخلاقی آزادی بخشتا ہے، کیوں؟ تاکہ ہم سیاسی آزادی کے قابل نہ رہیں، ورنہ وہ کون سی آزادی ہے جو مغربی اقوام کے ماتحت مشرقی قوموں کو نصیب ہے؟ یہاں الجیریا کے مسلمانوں سے بکثرت ملاقاتیں ہوئیں، وہ اپنی آزادی کی وہ دردناک کہانی سناتے ہیں کہ آپ اپنے امن کا افسانہ اُس کے سامنے بھول جائیں۔ اب میرے پانی پینے کا وقت آگیا اسلئے خط تمام کرتا ہوں اور "گرادیل" نام چشمہ کا گرم، شور، پانی پینے جاتا ہوں، سلام رحمت سید سلیمان یکم اگست

بہار نمبر سنستر

انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار المصنفین اعظم گڈھ

برادر عزیز — السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپکا بہار نمبر دو دنوں ہوئے پہنچا۔ کثرت اشغال اور آمد و رفت سفر کی مصروفیت نے بروقت جواب کا موقع نہیں دیا۔ خاکسار پر آپکا نوٹ پڑھکر خوشی ہوئی۔ جزاک اللہ تعالیٰ۔

بہار نمبر اپنی ظاہری اور معنوی خصوصیتوں کی بنا پر ایسا ہے کہ لوگوں کو پسند آیا ہوگا۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے بہار کے آپ نامور کی سید ذکی احمد صاحب بلگرامی کی انشاپردازی آزاد مرحوم کی یاد دلاتی ہے۔ مولوی عبدالماجد نے احباب بہار کی یاد کو تازہ کر دیا۔ جنکی زیارت اور صحبت کا مجھے بھی بارہا اتفاق ہوا۔ مجلس [illegible] نے دل اپنا رکھا اور [illegible] کی اور [illegible]

سرفہرست میرا نام رکھکر میری عزت بڑھائی۔ او [illegible] نے

غزلوں کی نسبت یہ حال ہے:

دل و دین باختم زین پیش واکنون جان فدا کردم
محبت راہمین یک وام بر من بود اداکردم

"دیو جالش بہاری" نے تو مولوی روم سے اس شعر کی شرح کی ہے:

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

اور مضامین بھی اچھے ہیں، مگر ان پھولوں میں ایک کا کانٹا بھی ہے، اور وہ ہے حجاب شباب اور بازاری تصویروں کی برہنگی۔ کاش آپ انکو یاد رکھتے کہ [illegible] میں [illegible] علمی و ادبی رسالہ میں [illegible] ہیں۔ مگر [illegible] کی مثال کسی علمی و ادبی رسالہ میں [illegible]

امید ہے بخیریت ہے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۳ ستمبر ۱۹۲۰

یادِ شاد

(عطیہ نبا بیگم صاحبہ ہمایوں مرزا)

جناب بھائی مولانا علی محمد شاد عظیم آبادی علیہ الرحمۃ کے یادگار نمبر کے لئے مضمون لکھنے جب قلم اٹھایا تو مرحوم کی یاد تازہ ہوگئی۔ ان کے دردبھرے خطوط کی یاد، ان کی تکلیف کی یاد، ان کی نامرادی کی یاد، ان کی بیماری کی یاد، ان کی حیدرآباد آنے کی تمنا کی یاد، غرض "یادگار شاد" نے مجھے شاد کی زندگی کے تمام واقعات یاد دلائے۔ دل و دماغ میں ایک تلاطم برپا ہے۔ اب لکھوں تو کیا لکھوں۔

بھائی شاد مرحوم، میرے شوہر سید ہمایوں مرزا مرحوم کے عزیز تھے، اور میرے خسر حضرت شاہ الفت حسین فریاد علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید تھے۔ اور حضرت فریاد کی سوانح عمری جس کا نام "حیات فریاد" ہے حضرت شاد عظیم آبادی نے لکھی ہے۔ فی الحقیقت جس محنت اور محبت سے انہوں نے حضرت فریاد علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری لکھی ہے، وہ ان کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو خطوط میرے شوہر مرحوم کے نام انہوں نے لکھے تھے جس کو جناب ڈاکٹر زور صاحب نے ادارہ ادبیات اردو کے ذریعہ شائع کیا ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ خطوط کی کاپی و پروف مجھ کو نہیں دکھایا گیا۔ حالانکہ میں نے کہہ دیا تھا جو خانگی باتیں تھیں وہ بھی چھپ گئیں، اور بھی خطوط مرحوم کے میرے پاس ہیں اس وقت دو خط اصل بھجوا رہی ہوں۔ اس سے ظاہر ہوگا جو تعلقات سید ہمایوں مرزا مرحوم سے اور بھائی شاد مرحوم سے تھے۔

شاد عظیم آبادی کی ابھی بہت سی کتابیں چھپنا باقی تھیں، معلوم نہیں وہ چھپی بھی ہیں یا نہیں، اگر نہ چھپی ہوں تو جلد سے جلد چھپوا دینا چاہئے۔

حضرت شاد کی تعریف میں یہ لکھنا کافی ہے، کہ وہ مرثیہ کہنے میں انیس کے برابر تھے، اور غزل گوئی میں میر کے برابر تھے۔ خدا مرحوم کو جنت میں جگہ دے اور ان کے مزار پر ہمیشہ پھول برستے رہیں۔ ایڈیٹر حسن امام صاحب نے بہت بڑا کام کیا جو یادگار نمبر نکالا، میں ان کو اس خیال پر مبارکباد دیتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ مرحوم کی کتابیں بھی چھپوانے کا اہتمام کیا جائیگا۔

ہمایوں نگر۔ صغرا منزل
حیدرآباد دکن۔

صغرا ہمایوں مرزا
۷، دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء

(شاد نمبر)

مکاتیب شاد

ــــــ (۱) ــــــ

پٹنہ ، ۳؍جون ۱۹۰۷ء

اخومی محتشم ذو المجد والکرم - سلمکم اللہ تعالیٰ - تسلیم

گرامی صحیفہ پہنچا - اس نظر سے کہ وہ آپ جیسے عزیز کا خط ہے آنکھوں سے لگایا اور اس خیال سے کہ یہ خط اُس ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس نے حضرات کی ضریحوں کو مس کیا ہے تو اس حنا کے بوسے لئے - بخدا میں آپ کی اس دینی کامیابی سے اس قدر خوش ہوا کہ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے - ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

عزیزی مولوی احمد علی خانصاحب اس کتاب کا تو تہ ہی دیکر رہ گئے اور کتاب مجھ تک نہ بھیجی - یہ سچ ہے کہ احمد علی خاں کثرت کار کے سبب سے کچھ اور بھی کھو گئے ہیں - آپ نے بالواسطہ کیوں نہ بھیجی قصور معاف آپکی بھی غلطی ہے - آپ لکھتے ہیں کہ مجھ سے ملنے کا اشتیاق ہے - اس شوق کو تو آپ میرے دل سے پوچھئے خیر بھلا اس زمانہ میں جبکہ پٹنہ میں قحط الرجال ہو گیا ہے - ایک نقل اس قحط الرجال کی سن لیجئے - بانکی پور میں بشنبھر کا بنا کردہ ایک کالج ہے، وہاں کے پرنسپل و پروفیسر ویجرکل ہندو اور نہایت متعصب ہندو اور فلسفہ مذہب ہنود میں جید ہیں - کمی فیس کے سبب سے بعض مسلمان بھی وہاں پڑھتے ہیں - تین برس ہوئے کہ بی - اے کلاس کے چند مسلمان لڑکے میرے پاس لکر آئے اور رو رو کر یہ بیان کیا کہ اس کالج کے ہندو لڑکے مذہبی جھیڑ چھاڑ کر کے اب بہت ستاتے ہیں اور اپنے مذہب کے وہ وہ فلسفی مسائل بیان کرتے ہیں کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ مذہب اسلام میں بجز ظاہر کے باطنیات سے کوئی تعلق نہیں ہے - ہم لوگ شہر کے نامی مولویوں سُنی و شیعہ سب کے پاس گئے، دو تین ہی سوالات کرنے پائے تھے کہ ایسے خفا ہو کے گئے کہ توبہ ـــــ اب میری سُنئے کہ اس وقت تو دفع الوقتی کر کے ان لڑکوں کے آنسو میں نے پونچھ دئے مگر بعد کو اپنی جگہ سوچا کہ بغیر اس کے کہ ہنود کی مذہبی کتابیں نہ پڑھ لوں کام نہ نکلے گا آخر میں نے چاروں وید لیتا اور رامائن منگا کر بعض کو اُردو میں اور بعض کا ترجمہ کروا کر بغور پڑھا - پھر تتبع و تعمق کی جو کتابیں بہ تقویت فلسفہ مذہبی ہنود لکھی گئی ہیں اُن کو پڑھا تب فصوص الحکم مثنوی مولانا روم افق المبین میر باقر داماد اسفار ملا صدرا پر بغور تمام نظر ڈالی - غرض دو برس تک ان مذہبی کتابوں کو دیکھ کر چار سو بند کا ایک مرثیہ کہا جس کے آغاز میں بطور مقدمہ دو سو بندوں میں فلسفۂ مذہب اسلام کو بہ ترکیب جدید بیان کر کے شہادت امام حسین کو رزم و بزم کے ساتھ نظم کیا اور ایک مجلس میں جس میں نالبا (؟) ملی پٹنہ کے ایک ہزار لوگ جمع ہونگے پورا مرثیہ پڑھا وہ دو سو بند ابتدا کے جن کو میں ملا شیہ الہامی جانتا ہوں، لوگوں نے اس طرح سُنا جیسے کسی اجنبی زبان کو سنتے ہیں، جب میں نے یہ دیکھا کہ کلم الناس علی قدر عقولہم کا مقولہ ٹھیک ہے تو ناچار گھوڑے اور تلوار کے بند پڑھنے شروع کر دئے اور وہ تمام وجوہات شہادت وغیرہ یونہی چھوڑ دئے - ان بندوں پر اس قدر تعریفیں ہوئیں کہ کیا بیان کروں - بملت یہ ہے کہ کوئی فاضل بھی زیر منبر تھے مگر ایک نے بھی اُن فلسفی مسائل کو نہ سمجھا - ناچار میں نے دوسری مجلس میں پنڈتوں اور نئے تعلیمیافتہ ہنود کا تتبع کیا اور مرثیہ پڑھتا (؟) ان ہندؤں پر ہمارے اہل اسلام خاموش تھے ان تعلیم یافتہ ہندؤں کی کیفیت ہو گئی کہ مبہوت و متحیر ہو گئے - اور تعریف کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا - اب آپ خیال کیجئے کہ ایسی قوم ہیں اور ایسی

سوسائٹی میں انسان کیونکر رہ سکتا ہے اور کیونکر اور کس امید پر تکمیل کر سکتا ہے۔ میں اس مرثیہ کے شروع کے دو تین بند جو یاد ہیں لکھتا ہوں ؎

میں کجا اور کجا شرح کتاب عرفاں
اسی رستہ میں ہے ادراک سا راہبر حیراں
مشکل اپنے سمجھنے پہ ہو کیونکر انساں
جو نہاں ہے وہ عیاں ہو جو عیاں ہو وہ نہاں
پھر حقیقت ہم کنہ حقیقت کو یہ امکان نہیں
اس پہیلی کو سمجھنا کوئی آسان نہیں

حال دنیا کا نہ کچھ پوچھ ادب گاہ ہے یہ
کون کہتا ہے کہ مستوجب اکراہ ہے یہ
جس نے سمجھا ہے اسے اس کی ہوا خواہ ہے یہ
کوئے مقصود بتا دیتی ہے وہ راہ ہے یہ
الحق آئینۂ خاطر کو جلا دیتی ہے
معرفت ہو تو خدا تک بھی ملا دیتی ہے

معرفت کے لئے پیدا ہوا دنیا میں بشر
یہ نہ ہو گر تو دد و دام سے بھی ہے بدتر
راہ مشکل ہے وکا وک ہے دنیا کی مگر
ساتھ ہے عقل سا ہادی لئے کر لے رہبر
شکر لازم ہے کہ انساں نے یہ نعمت پائی
اک فقط عقل کے ملنے سے شرافت پائی

عقل انسان میں اک جوہر نورانی ہے
اس نے ہر چیز اسی جیسے سے پہچانی ہے
اس کو سمجھے جو معطل تو یہ نادانی ہے
یہی جوہر تو اس انسان میں لاثانی ہے
غور سے کام نکالے کہ بشر عاقل ہے
کوئی تکلیف نہیں اس پہ جو لا یعقل ہے

پردۂ اغراض و تعصب کا ہٹا کر دیکھے
ذہن بے وجہ نہیں ذہن لڑا کر دیکھے
عقل و فطرت کے قواعد کو ملا کر دیکھے
دونوں آئینوں کو ہاتھوں پہ اٹھا کر دیکھے
چہرۂ شاہد مقصود نظر آئے گا
جس کا جویا ہے وہ موجود نظر آئے گا

اس مرثیہ میں میں نے حتی الوسع نہایت ہی غور سے کام لیا ہے، یہاں تک کہ فلسفۂ مذہب کو مدلل کر کے اسلام ثابت کیا اور پھر شرف عشق کے مراتب بیان کر کے امام حسین کی شہادت بیان کی ہے اور تلوار اور گھوڑے نیزہ کے فطری مقام نظم کئے ہیں بھلا اس کو تو میں دل سے مانتا ہوں کہ محض آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ کی روحانی برکت (جس کی ایک داستان ہے) آج میں ۵ مرثیوں اور مولود بہ طرز جدید کا مالک ہوں۔ تعجب یہ ہے کہ اس پیرانہ سالی اور ایک وقت کی غذا اور بیماری و ضعف پر چار چار سو بند بہ یک مجلس کیونکر شد و مد سے پڑھ جاتا ہوں خیر یہ خوانی اور خود ستائی ہو چکی، اب اصل مدعا جو آپ سے مفصل بیان کر دینا ضرور ہے اور جس کو میں نے کسی سے نہیں ظاہر کیا ہے۔

۱۰ میری مالی حالت کی کیفیت شاید آپ بھی اسی طرح جانتے ہوں گے جس طرح دنیا جانتی ہے کہ میں متوسط الحال ہوں یہ بیشک ہے کہ اب تک میں کھانے پینے کی طرف سے محتاج نہیں ہوں، مگر حالت یہ ہے کہ ماشاء اللہ نور چشم سید حسین خاں صاحب عیال و اطفال اس پر ان کا جداگانہ خرچ۔ گو کہ میں نے تھوڑی سی اپنی آمدنی بھی قبل اپنی کلکتہ والی شادی کے انہیں کو لکھ دی تھی تاہم مجموعہ یہ اب تک گو کہ میرا قبضہ ہے لیکن اپنی ذات میں بجز اوس روپیہ مہینے سے زیادہ خرچ نہیں کرتا اور خرچ کروں تو کیونکر دو سو روپے ماہوار سے زیادہ نہیں

ہے۔ اسی میں ان کے لئے گاڑی گھوڑا بھی چاہیئے۔ مزید براں میری کلکتہ والی لڑکی بھی اب میرے پاس آگئی ہے اس کی ماں کے کل زیورات و اسباب ماموں نے تصرف کئے۔ بیک بینی و دو گوش وہ یہاں آئی' اس کی شادی کی فکر جدا سوہان روح ہے۔ پھر جس حیثیت کا میں پٹنہ میں ہوں آپ خوب جانتے ہیں اسی حیثیت کے ساتھ کم و بیش شادی کرنا۔ دیوان اور متفرق تصنیفیں ڈھیر کا ڈھیر پڑی ہیں' ان کے چھپنے کو معتدبہ روپے درکار ہیں۔ دو دفعہ کلکتہ والوں نے مجلس پڑھوانے کو بلایا' کئی سو روپے اپنے پاس سے اس میں خرچ ہوگئے۔ پھر اپنی اور حیثیت قائم رکھنے میں جو جو دشواریاں اس کبرسنی میں لاحق ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں۔ حال کا تذکرہ ہے کہ پٹیالہ کے خلیفہ سید محمد حسین خان صاحب کلکتہ سے جب لوٹے تو آرہ ویکر اسٹیشن پر مجھ سے ملے اور نہایت اصرار اور خلوص سے مجھ سے وعدہ لیا کہ پٹیالہ آؤں اور مجلسیں پڑھوں اور میں نے وعدہ بھی کر دیا پھر وہاں سے انہوں نے تار بھی دیا اور میں نے سکنڈ کلاس ریزرو بھی کر لیا مگر عین وقت پر تار آگیا کہ وہاں طاعون کی شدت ہے اس لئے رک گیا' ورنہ اس سفر میں بھی تین چار سو روپے اپنے خرچ ہو جاتے کیونکہ مجھ سے یہ کبھی نہ ہوتا کہ خط لکھکر راہ خرچ منگاتا اور وہ بھی یہ سمجھ کر کہ خود میں مستطیع ہوں کبھی کچھ نہ دیتے۔ ایک دنیا مجھ سے یہی کہتی ہے کہ حیدر آباد ضرور جاؤ' اور میں خود بھی متمنی ہوں' لیکن یہ سوچتا ہوں کہ وہاں جانے میں میرے سے شخص کے لئے پانچ سو روپے درکار ہیں۔ فرض کیجئے کہ وہاں گیا تو اول تو آپ کے سوا میرا کون ہے' آپ کے گھر میں اترا تو آپ کو مفت زیر بار کیا' اور اس کی تو بظاہر کوئی صورت نہیں کہ میرے سے شخص کو نظام کلب خواہ اور کہیں جگہ مل سکے بایں ہمہ جو کیفیت وہاں کی سنتا ہوں اگر واقعی صحیح ہے تو مفت پانچ سو روپے خرچ ہوئے اور حیرانی الگ ہوئی۔ ہاں میں یہ سمجھوں کہ وہاں کے امرا بھی خواہاں اور سخن فہم اور قدر شناس ہیں تو بلا سے اتنا خرچ بھی سہی' ان سب باتوں کا جواب آپ سے مفصل چاہتا ہوں۔

اب اگر فرض کیجئے کہ حیدر آباد میں مصمم قصد بھی کرلوں تو غالباً فریزر صاحب لفٹنٹ گورنر سے میں کہوں گا' اگر انہوں نے کوئی چٹھی حسب خواہ ریزیڈنٹ کے نام لکھ دی تو بھی ایک بات ہے ورنہ اگر مذکورہ بالا امور کے جواب آپ سے مجھ کو تشفی آمیز مل گئے تو آخر جولائی تک انشاءاللہ قصد کروں گا' اس خط کا جواب مفصل آپ تحریر فرمائیں تو بقیہ حالات بھی عرض کروں گا۔

اپنے گھر میں میرا اسلام اور دعا فرما دیجئے اور اس سفر وسیلۃ الظفر کی کامیابی پر مبارکباد دیجئے۔ نور چشم سید حسین خاں اور ان کی دلہن اور ان کی لڑکی اور میری لڑکی آپ کی اور آپ کے گھر میں کی خدمت میں عاجزانہ تسلیم بجا لاتے ہیں۔

کچھ معلوم نہیں کہ ہمارے سید حسن رضا خان صاحب کس طرح ہیں' اخوی سید جعفر حسین صاحب پر سال سے فالج میں مبتلا اور بالکل از کار رفتہ ہو گئے۔ دماغ بھی سالم نہیں ہے۔ عمر کم طویل وعدد کم ذلیل۔

خاکسار
سید علی محمد شاد

―― ۲ ――

بھائی صاحب محترم برادران۔ دام اجلالکم۔

تسلیم بالتکریم۔ جب سے آپ تشریف فرما ہوئے اسی دن چھوٹے پوتے کو شدید تپ آئی۔ نمونیا سا ہو کر چیچک برآمد ہوئی۔ ہنوز اطمینان نہ تھا کہ خود سید صاحب ایک سو پانچ درجہ کی تپ اور شدید درد سینہ میں مبتلا ہوئے۔ گیارہ دن تک موت و حیات کے جھگڑے میں کٹے جس دن کسی قدر رو بصحت ہوئے کہ سلطان برادر کا سخت تپ اتنے' نمونیاں میں آٹھ دن مبتلا رہ کر چیچک نمودار ہوئی اس کے ساتھ ساتھ دونوں لڑکیاں مبتلا ہوئیں' غرض حواس بجا نہ رہے۔

مگر کسی دن سوانح کے کام سے غافل نہ رہا، قصیدہ، مثنوی اور دونوں کی حالت لکھ چکا غالباً عنقریب آپ کی نظر سے گذریگا۔

غزلیں تو آپ نے مجھ سے چھین لیں، کاش میرے پاس ہوتیں تو وہ بھی مرتب کر دیتا۔ احمد علی خاں صاحب کے بھی پوتا علیل ہے، خراب افاقہ ہے، ان کے داماد بھی تپ میں آجہ رہتے ہیں۔

شکور مختار کئی دفعہ میرے پاس آئے وہ چاہتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں کچھ روپے ہوں تو جیرہ اور گیا بار نقلیں وصول کروں شاید میں کیس میں فہرست مواضعات و نقول کاغذات ضروری حاصل ہو جائے۔

میں نے جس کاتب کو ملازم رکھ لیا ہے عید کرنے بہار گیا تھا، شاید کل پرسوں واپس آجائے تو میری محنت آدھی رہ جائیگی۔

ایک مصیبت یہ ہے کہ یہاں کی یونیورسٹی ترقی زبان اردو کے خیال سے ایک جامع کتاب مجھ سے لکھوانا چاہتی ہے، دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

سب سے بڑھ کر ایک خبر یہ دیتا ہوں کہ ڈاکٹر محمود بیرسٹرایٹ لا مقیم پٹنہ نے اپنے خط میں حیدرآباد کے ایک صاحب صدر المہام کا خط میرے پاس بھیجا ہے۔ بیرسٹر صاحب نے میری ہمدردی سے ان کو لکھا تھا کہ مجھکو خواہ میری کسی تصنیف کو حضور نظام تک پہنچا دیں، اس کے جواب میں صدر المہام صاحب لکھتے ہیں کہ میں منفرج کے لئے رخصت لے چکا، صحیح رائے یہ ہے کہ حضرت شاد ایک قصیدہ حضور کی شان میں لکھیں، جس پر سر علی امام صاحب کا استشہاد ہو تو یقیناً کامیابی ہوگی۔ ایک خبر یہ تھی گذارش کردی۔

دعاگوئے دلی
السید علی محمد شاد ۳ مئی ۱۹۲۲

مکرر: بھوپال سے ایک پرچہ نگار نامی نکلتا ہے کسی صاحب ام۔ اے نے شاد عظیم آبادی و اکبر الہ آبادی کا موازنہ کیا ہے، قابل دید ہے ضرور ملاحظہ کیجیے۔

مضمون لفافہ

حیدرآباد دکن ہمایوں نگر، صغرا منزل۔

بگرامی خدمت سراپا فرحت اخی بجبۂ قلبی محترمی جناب مسٹر سید ہمایوں مرزا صاحب

بیرسٹرایٹ لا۔ روحی لہ الفدا

(شاد منیر)

شاد مرحوم کا مکتوب ڈاکٹر سید محمود کے نام

(عطیۂ جناب مولانا سید ریاست علی صاحب ندوی)

ندیم کے بہار نمبر سنہ ۴۰ء کی ترتیب کے سلسلہ میں مخدومی ڈاکٹر سید محمود صاحب زاد مجدہٗ سابق وزیر تعلیم صوبہ بہار وحال اسیر زنداں کی عنایت فرمائی سے مشرق ومغرب کے ممتاز مشاہیر کے مکاتیب کا جو قیمتی ذخیرہ حاصل ہوا تھا وہ ناظرین ندیم سے پوشیدہ نہیں، ان میں علم وادب کے بہت سے انمول جواہر پارے ترتیب سے بکھرے ہوئے تھے ان کا مفصل تذکرہ ندیم کے بہار نمبر میں کیا جا چکا ہے۔

ان میں سے چند انمول جواہر ندیم کے بہار نمبر میں پیش کیے گئے تھے۔ پھر وقتاً فوقتاً "آثار ادبیہ" کے زیر عنوان ندیم کے ناظرین کی نذر ہوتے رہے۔ جب راقم السطور ندیم کی خدمت سے سبکدوش ہو کر دارالمصنفین واپس آنے لگا تو مخدومی ڈاکٹر صاحب موصوف کا مکتوب گرامی ملا کہ ان کے کاغذات کو اعظم گڈھ لیتا جاؤں، وہ کسی سلسلہ میں یہاں تشریف لائیں گے اور یہ ودیعت واپس لیں گے۔ لیکن موصوف کی علالت، پھر گرفتاری کے باعث اس کا موقع نہ آسکا، اور یہ ذخائر راقم السطور کے پاس ابتک امانۃً محفوظ ہیں۔

ابھی چند دن ہوئے مخدومی سید حسن امام صاحب نے ندیم کے "شاد نمبر" کے نکالنے کی خوشخبری سنائی اور اس میں حسب مقدور حصہ لینے کی ہدایت فرمائی، اس وقت حضرت شاد مرحوم کا ایک مکتوب یاد آیا جو اس ذخیرہ میں محفوظ تھا، یہ مکتوب ہمارے لئے اپنے اندر بڑی عبرتیں پنہاں رکھتا ہے کہ ہمارے اکابر کیسی مخالف ماحول، اور غیر معمولی پریشان حالیوں کے باوجود کس غیر معمولی دماغ، سکون خاطر اور دلجمعی سے اپنی عمر کے آخر سے آخر لمحوں تک علم وادب کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ نیز اس مکتوب میں ان کے جستہ جستہ بعض فقروں سے ان کے مختلف رجحانات وخیالات بھی آشکارا ہوتے ہیں، جن سے حضرت شاد مرحوم کے متعلق بہت سی نئی واقفیتیں اور ان سے ان کو سمجھنے میں آسانیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اس لئے شاد کا یہ مکتوب بھی ہمارے لئے ایک نادر علمی تحفہ بن گیا ہے، اور وہ "شاد نمبر" کی مناسبت سے ذیل میں ندیم کے ناظرین کی خدمت میں تحفۃً پیش ہے:۔

۶ اگست سنہ ۱۹۲۴ء

عظیم آباد۔ پٹنہ

میرے مخدوم سید السادات روحی فداکم

تسلیم بشدت شوق وتکریم

گرامی نامہ نے سرفراز کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جمیع آفات ارضی وسماوی سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔
اول روز سے مجھ کو جو اعتقاد آپ سے ہے وہ تو مٹنے والا نہیں ہے چاہے آپ کا سرفراز نامہ آئے نہ آئے، بجائے

وشرافت کا مجسم نمونہ اگر میں نے کسی کو پایا تو آپ کو۔ سادات کے غلاموں میں چونکہ میرا بھی شمار ہے اس لئے
خون ایک استخوان ایک۔ میں بخدا اپنے بھائی سے کچھ بھی کم آپ کو نہیں جانتا۔ میری مختصر حالت یہ ہے کہ آج کل
اس بیماری وضعف اور ۸۰ برس کی عمر میں کسی طرح دس گھنٹہ سے کم مسودہ کرنے، صاف کرنے، کاپیوں پر
نظر ثانی کرنے، پروف دیکھنے میں نہیں گذرتا۔ جب زندگی کی طرف سے یاس ہو گئی تو دل نے کہا کہ جس طریقہ
سے ہو خود کو بیچ کر سہی یہ چند کتابیں تو چھپوا دو۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے ایک کتاب کی نسبت تصنیف کرنے
کو ارشاد کیا تھا۔ مگر غور کیا تو مستقل کتاب اسی ایک مضمون پر شاید دلیسی بااثر نہ ہوتی اس لئے تاریخ صوبہ
بہار میں ضمناً ان سچی و سندی باتوں کو موقع کے ساتھ جا بجا درج کر دیا۔ مسلمانوں نے آج تک ہندوؤں کے فلسفہ، مذہب،
روایات و نقلیات وغیرہ کو نہ دل لگا کر ہمدردانہ غور کیا، کافر واجب القتل سمجھتے آئے۔ یہ تاریخ ہے صوبہ بہار
کی، اور باتیں بھی سب صوبہ بہار کی درج کی ہیں، مگر پانچ جلدوں میں ہیں۔ از آں جملہ پہلا حصہ ضمیمہ تاریخ
اس کی پوری ایک جلد ہے۔ دوسرا بہار بھر کا جغرافیہ، ابتداء سے ہر ضلع کا شروع کیا ہے، ایک پوری جلد ہے۔
اس ... باقی تین جلدیں ہیں۔ دوسرا دیوان غزلیات ہے ستر جزوں میں ایک حصہ بیس جزوں کا اور
دس جزوں کا ضمیمہ فلسفہ شاعری وغیرہ وغیرہ کے بیان میں ہے۔ بعض سخت متعصب احباب نے مجھ کو مشہور
کر دیا ہے کہ اس کا اعتقاد ہندو مذہب کے ساتھ ہو گیا ہے۔ مگر حق نویسی سے مجھ کو چارہ نہیں۔ یہ بالکل نئی اڈیشن
اور کاپی رائٹ میری، رنگ اور ضمیمہ دیوان میں آپ پائیں گے۔ یہ ناتمام دیباچہ اور چند ورق چھپے ہوئے ضمیمہ تاریخ
کے آپ کی خدمت میں حاضر کر رہا ہوں اسی سے کچھ پتا مل جائیگا۔ توکلت علی اللہ چالیس روپے ماہانہ پریسمین
اور پریس کش کے مقرر کر کے اپنے ہی پیش نظر چھپوا رہا ہوں ترا سی روپے بعوض ایک ہزار روپے ماہانہ پنشن
کے جو ابد تنسیطی دو ورکنوں کے کمپنی نے قبول کئے تھے اور میری نانی تک یعنی ۱۸۵۷ء تک ملتے رہے مجھ کو
لٹریری اور ذاتی پنشین کے نام سے سرکار مرحمت فرماتی ہے اور یہاں صرف وقات میں پانچ روپے روز کا
خرچ ہے، ضیح ہوئی، جہاں سے جانو پانچ روپے دیدو، ورنہ فاقہ ہے، قرض کہاں تک آخر گھر کو گرو کر کے دو ہزار
قرض ادا کئے، پانچ سو روپے رہ گئے۔ میرا چھوٹا پوتا بالکنا ہوا آیا، ذرا تقریر ملاحظہ ہو۔

لڑکا :— ابا جان! مہاجن کا لڑکا کہتا ہے کہ گھر تمہارا کیسا؟ اب گھر تو میرا ہے، ہم تم لوگوں
کو نکال دیں گے :

ہم : تو ہم لوگ رہیں گے کہاں؟ مہاجن کا لڑکا :— اپنے اصطبل میں پڑے رہنا۔ تمہارے
دادا تو چند دن میں مر جائیں گے۔ بس یہ سب میرا ہو جائیگا ——— کیوں ابا جان یہ سب سچ ہے؟ میں بے اختیار
رونے لگا ——— یہ تو حالت ہے اس پر ریاضت، محنت اور پھر علاوہ گھر کے تین چار سو روپے ماہانہ خرچ کے۔
کتابوں کے لئے چالیس روپے سر پر اور چڑھا لئے۔ ایک دن بہت گھبرایا تو فارسی والا قطعہ جس میں خود نظام
مخاطب ہیں اخبار خلافت میں چھپنے کو بھیج دیا۔ ایڈیٹر صاحب نے اپنی ہمدردی سے کچھ نوٹ بھی کیا مگر نقار خانہ
میں طوطی کی کون سنتا ہے۔ مثنوی کی تبدیلی کوئی بڑی بات نہیں، کمر مضبوط ہو جائے تو کیا مشکل ہے، اس میں
شک نہیں کہ آپ سے زیادہ میرا ہمدرد دکھائی نہیں دیتا مگر آپ میری زندگی کو خضر کی زندگی سمجھے ہیں، یہاں خون

پانی ہوا جاتا ہے۔ سخت مشکل یہ ہے کہ تاریخ میں جا بجا پرانے لوگوں اور یادگار مقاموں کا فوٹو الگ دینا ہے۔
اور نگزیب پر جو داغ مؤرخوں نے لگایا ہے، ضمیمہ کے شروع میں حقیقت کو لکھ دیا ہے، اکثر جگہ حقیقت حال ہی کا بیان
کرنا کافی ہو گیا ہے۔ تاریخی شہادتیں میرے پاس بہت ہیں۔ سکھوں کے مظالم سے زیادہ مسلمانوں پر ہیں مگر
برادران سکھ اٹھا کر رہے ہیں۔ آئندہ اس کا بیان اور دلائل انشاء اللہ تاریخ میں آپ پڑھیں گے ساتھ اس کے
اس طریقہ سے نہیں لکھا ہے کہ تاریخ جوں بنگالہ مباحثات ہو جائے۔ افسوس کہ ... کمی کر رہے ہیں، برسوں کی

نقل ہے کہ صبح کو ادھر تو پریس مَین آ کھڑا ہوا کہ مجکو پانچ روپے آج دیجئے ساتھ ہی پانچ روپے برات کے مانگے گئے۔ اسی کے ساتھ بزم کی مجلس کا خرچ طلب ہوا (اگرچہ میرے خیال میں یہ خرچ ضروری نہیں مگر اور دن کو کیونکر سمجھاؤں) اور پاس کل دو روپے، ناچار انگوٹھی سترہ روپے کو گرو کر کے جان چھڑائی۔ اور مسودہ لکھنے بیٹھ گیا۔ کیسی مجلس، کہاں کا حرم۔ مجکو یہ پڑی ہے کہ کتابیں چھپ جائیں اور کوئی صورت ہو کہ بچے فاقے نہ کریں۔ اس شہر کے انسان دوست انگریز حاکم مسٹر اولڈ ہم کمشنر نے اس پنشین کے لئے اپنے رپورٹ سرکاری میں یہ فقرات لکھے ہیں کہ "سات برس کے تجربہ میں ہم نے صرف اسی ایک کو منتخب کیا ہے۔ میری تحقیق میں سڑ ہ لدہ آخر فرماں روائے بنگالہ و بہار کی اولاد میں اگر کوئی باقی ہے تو یہی شخص ہے یا اس کی اولاد پانچ سو روپیہ مہینہ سے کم میں اس کو آرام نہیں مل سکتا۔" تعجب ہے کہ ایک انگریزوں لکھے اور قسمت دیکھئے کہ بعوض ان کے منصب وہ بھی ذاتی اور لٹریری پنشین ہو۔ اور تو جو کچھ میرے لئے آپ کریں گے مجکو اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے؛ آپ ہی وہ شخص ہیں کہ کر کے چھوڑیں گے۔ ایک چیز کی فرمائش کرتا ہوں اور اس تکلیف کی دست بستہ معافی چاہتا ہوں۔ پرسوں سے میرے چائے پینے کا سامان غارت گول ہو گیا۔ شیشے کے استکان آتے ہیں مجے چھوٹا سا چائدان کلکتہ میں ڈھونڈوایا، نہ ملا۔ ایک صاحب نے مستحکم وعدہ کیا کہ دس روپے کے اندر میں خرید کر کے بھیجگا عنقریب بھیجتا ہوں۔ کیسا بھیجنا اور کہاں کا وعدہ، میں نے ان کو لکھا تھا کہ کسی معتبر دوکاندار یا دست فروش سے کہہ دیجئے کہ وہ باختیار رکھ کر ڈیلو میرے نام کردے۔ دس بارہ سے قیمت زیادہ نہ ہو مگر نو۔ اسی کے لئے میں اتنی زحمت دیتا ہوں کہ یا تو آپ کسی شریف سے فرمائش کر دیں کہ وہ میرے نام ڈیلو کر دے یا کسی ایسے شخص سے ذکر شناسا کر دیجئے کہ میں خود اس کو خط لکھوں۔ مجکو بعد تصانیف کے اگر کسی چیز کا شوق ہوا تو استکان کا، مگر رنگین نہیں سادہ۔ میں اس کا یقین کرتا ہوں کہ اس دفعہ بزار عدیم الفرصتی ہو مگر از راہ ہمدردی برادر نوازی آپ میرے اس خط کا مفصل جواب لکھیں گے۔ اور سنیئے آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ میں بھائی سید کو بھوکوں مرنے نہ دونگا۔ سید ندعمرہٗ اس فقرہ پر چیخ چیخ کے خوب روئے اور خدا جانے کتنی دعائیں دیا اور کتنی دفعہ اس کو پڑھا۔ خدا آپ سے جلد ملائے اطمینان قلب کا خیال مجبور کرتا ہے کہ پھر لکھوں کہ کچھ کیجئے اور جلد کیجئے۔ خدا جانے میرا فارسی کا قطعہ اخبار خلافت دارالامیہ آباد میں کسی نے پڑھا بھی یا باد ہوائی ہو گیا۔ زیادہ عمر کم طویل برب الجلیل۔

خاکسار السید علی محمد شاد

(شاد نمبر)

علامہ شبلی نعمانی کے چند غیر مطبوعہ خطوط

(بنام مولوی سید ولی الحق صاحب سند احمد پوری)

مولوی سید ولی الحق صاحب مرحوم ذی علم لوگوں میں تھے۔ علی گڈھ، ندوہ اور انجمن ترقی اردو وغیرہ کی تحریکوں میں عملی حصہ لیتے تھے۔ مولانا مرحوم سے اُن کی مکاتبت رہتی تھی۔ مولوی سید محمد عثمان صاحب ابدالی اسلام پوری نے مولانا مرحوم کے چند خطوط جو مولوی ولی الحق صاحب کے نام سے ہیں، نقل کرکے بھیجے ہیں۔ وہ شائع کیے جاتے ہیں۔ یہ خطوط مکاتیب شبلی کی دونوں جلدوں میں سے کسی میں بھی شائع نہیں ہوئے ہیں۔

"ادیب"

(۱)

جناب من۔

آجکل [illegible]) کی نسبت آپ کو سجاد مرزا صاحب نے دفتر کے طرف سے اطلاع دی ہو گی۔ اخبار میں نام انگریزی حرف میں بھی بھیجے گئے تھے، لیکن اُنھوں نے کاہلی سے اردو پر اکتفا کیا۔ رپورٹ کی کاپیاں بہت کم رہ گئیں، یہاں کچھ نہیں ہو سکتا، اگر خدا نے یہاں سے نجات دی تو جس قسم کی تاریخ آپ چاہتے ہیں لکھ سکونگا۔

تمدن عرب وغیرہ سطحی کتابیں ہیں، ان کے مصنفین خود عربی نہیں جانتے، سنی سنائی باتیں لکھ دیتے ہیں۔ یورپ کے مصنفین میں بہت کم عربی دان ہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں کی تاریخیں لکھی ہیں۔ والسلام

شبلی۔
حیدرآباد دکن
۱۲ مئی ۱۹۰۴ء

۱؎ ندیم یعنی دفتر انجمن ترقی اردو، تمدن سے مکتوب الیہ نے مولانا کو لکھا تھا کہ مستند روایتوں سے مسلمانوں کے تمدن پر ایک کتاب کی ضرورت ہے۔

(۲)

یورپ کی کتابیں، میں تو مسٹر آرنلڈ کے ذریعے ………… منگواتا ہوں۔ لیکن آپ براہ راست مطبع بریل شہر لیڈن واقع ہالینڈ سے منگوا سکتے ہیں۔ پہلے خط کتابت کر لیجئے، انگریزی زبان میں لکھنے گا۔

علم الکلام، رعد کی بنجہ میں ہے۔ شاید مہینہ بھر میں نکلے۔

شبلی۔ ……۔ جولائی ۱۹۰۳ء

(۳)

مکرمی۔

میں سخت بیمار ہوں

یہ محض لغو ہے کہ انجمن کا رسالہ ندوہ میں ملا دیا جائے گا۔ ابھی سرے سے رسالہ کا قصد ہی نہیں کون چلا جائیگا۔

ایران فارسی کی کتابیں حسب ذیل پتہ سے مل سکتی ہیں۔ آقا محمد شیرازی۔ محلہ امر کھاڑی نمبر ۱۲۹ بمبئی۔

شبلی۔ ۱۰ جولائی

(۴)

از دفتر انجمن ترقی اردو ۲۷ جولائی ۱۹۰۳ء

مخدومی۔۔

مولوی محمد اقبال صاحب ایم۔ اے[1] نے جو مفصل رائے آپ کے ترجمہ کی نسبت بھیجی ہے، وہ بجنسہ ارسال خدمت ہے۔ میرے خیال میں آپ زیادہ توجہ سے ترجمہ فرمائیں گے، اور اصل مطلب کو سلجھا کر ادا کرنے کی کوشش کریں گے، تو اس سے بہتر ترجمہ کر سکیں گے۔ محمد اقبال صاحب کا خط بعد ملاحظہ واپس فرما دیجئے۔

اور جو امور انہوں نے ترجمہ کے متعلق لکھے ہیں ان پر اپنے خیالات سے مطلع فرمائیے۔

شبلی۔ سکریٹری

(۵)

مکرمی۔

خط پہنچا۔ بیشبہہ یہی مناسب تھا کہ صرف اعتراضات آپ کے پاس لکھ کر بھیجدیے جاتے۔ لیکن آپ سے صرف یگانگت[2] کا برتاؤ کیا گیا۔

ترجمہ کے جانچنے والے بہت سے لوگ ہیں۔ مولوی نذیر احمد صاحب۔ مولوی ذکاء اللہ صاحب مولوی عزیز

---

[1] ندیم یعنی ڈاکٹر سر محمد اقبال، ؒفلد

[2] ندیم۔ اردو کی وسعت و ترقی سے دلچسپی رکھنے والوں کیلیے یہ قابل لحاظ ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے پینتیس برس پہلے یگانگی کے بجائے یگانگت لکھنے کو جائز سمجھا۔ [2] [illegible]) میور ڈمس اینگلس) کا ترجمہ "۔ا عثمان"

مرزا صاحب۔ مولوی مسعود علی صاحب وغیرہ۔ لیکن مترجمین کو کسی خاص شخص کے تعین اسم سے مطلع نہیں کیا جاتا۔

افسوس ہے کہ آپ نے مناظرہ کی روش اختیار کرلی۔ آپ کو صرف سادہ جواب لکھنا کافی تھا۔ پروفیسر اقبال کو کوئی مخاصمت مقصود نہ تھی۔ وہ بہت نیک نفس آدمی ہیں انہوں نے جو پوچھا تھا کہ آپ نے فن اخلاق کی اسٹڈی کی ہے یا نہیں، اس قسم کی استفسار قرن اول میں معمول تھا، آپ نے اس کے جواب سے سکوت کیا۔ کوئی شبہہ نہیں کہ آپ کا ترجمہ سب سے اچھا ہے۔ یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ اور کن کن لوگوں کے ترجمے آئے۔ بہر حال آپ ترجمہ شروع کریں، اور خوشخط لکھوا کر اس کے اجزا بھیجتے جائیں، تاکہ دوبارہ نظر ثانی کی جاسکے، اور خفیف تغیرات کی اگر ضرورت ہو تو اس کا موقع مل سکے۔

شبلی۔ ۲۴ اگست ۱۹۰۴ء

(۶)

تسلیم

آپکی ہمدردی کا شکریہ۔ کیفیت یہ ہے کہ میں نہ اچھا ہوں نہ بیمار۔ بیمار اسلئے نہیں کہ چلتا پھرتا ہوں۔ اچھا اس لیے نہیں کہ کسی کام کا نہیں۔ گردن کی رگوں میں تشنج ہوتا ہے، جس کا اثر دماغ پر پڑتا ہے۔ ہزار حواس کو مجتمع کرتا ہوں نہیں ہوسکتا۔

ایک نائب اپنا مقرر کیا ہے۔ شاید اس سے کچھ کام چلے۔ والسلام

شبلی۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۴ء

(حیدرآباد)

(دسمبر ۱۹۳۷ء)

(۷)

کرمی

خط پہنچا۔ ہاں شرکت کانفرنس نصیب نہ ہوسکی۔ لیکن اب میں بالکل آزاد ہوا چاہتا ہوں۔ پھر اس قسم کے فرائض قضا نہ ہونگے۔ میرا استعفا مدارالمہام نے منظور کرلیا ہے۔ حضور کی منظوری باقی ہے، وہ بھی دو تین ہفتہ میں آجائے گی۔

میری علالت کا سلسلہ چلا جاتا ہے، تصنیف و تالیف بالکل بند ہے۔ ضروری خطوط مشکل سے لکھتا ہوں۔ گردن کی رگوں کا تشنج نہیں جاتا۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی بیجا آزادیوں کو ان کے سوا اور لوگ برداشت نہیں کرسکتے۔ کلکتہ میں پریسیڈنٹ نے انکو چند دفعہ سختی کے ساتھ روکا۔ میں انشاءاللہ بقیہ زندگی علی گڈھ میں بسر کرونگا، اور ساتھ ہی ندوہ کو بھی تا امکان مدد دونگا۔

الکلام انپر تصنیف معلوم نہیں آپ تک پہنچی۔ یا نہیں۔ والسلام
شبلی، حیدر آباد۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۰۵ء

(۸)

مبارک باد کا خط پہنچا۔ آپ صاحبوں کی قدردانیاں مجکو اس حد سے زیادہ مغرور نہ کردیں۔
بہر حال شکریہ عرض ہے۔

شبلی، ار مارچ ۱۹۰۵ء

(جنوری ۱۹۳۸ء)

(۹)

جناب من۔
مدت کی پریشان گردی کے بعد لکھنؤ میں اب قدم لگے ہیں۔
ندوہ بہت ابتر ہو گیا تھا، اس کو سنبھالنا اور ٹھیک رستہ پر لانا چاہتا ہوں۔ اسی کی معروفیت
کی وجہ سے الندوہ بھی معطل پڑا ہے، وہ بھی اب جدید نظم و نسق اختیار کرے گا۔
تصنیف کا مطلق وقت نہیں۔ سوانح مولانا روم زیر طبع ہے۔
مجموعہ نظم اب تک طیار نہیں ہوا۔ والسلام

شبلی ۲۰ اپریل ۱۹۰۵ء

(۱۰)

لکھنؤ۔ ندوہ۔
کرمی۔
میں ندوہ کی سفارت سے کرنمال گیا تھا۔ اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔ کل پھر اسی قسم کی تقریب سے
گیا جاتا ہوں۔ پٹنہ کا بھی قصد ہے۔ اگر آپ وہاں لیں تو کیا اچھا ہو؛ زبانی تمام اطلاعیں بہ تفصیل حاصل
ہوں گی۔ ورنہ سفر سے واپس آکر مفصل لکھ سکوں گا۔

شبلی۔
۲۵ جولائی ۱۹۰۵ء

(فروری ۱۹۳۸ء)

شبلی نعمانی علیہ الرحمہ
کے
دو غیر مطبوعہ خطوط
بنام

جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب ام۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی سابق وزیر تعلیم صوبہ بہار

مکتوب مولانا شوکت علی مرحوم

بنام

جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب ام اے پی اچ ڈی بیرسٹرایٹ لا

الجمعیۃ المرکزیۃ الھندیۃ للخلافۃ الاسلامیہ (بمبئی)
The Central Khilafat Committee of India, Bombay.

2nd Sept 1920

اللہ اکبر

برادرم محمود۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

میں کل یہاں پہنچا ہوں اور غالباً ۲ اکتوبر تک یہاں قیام کروں گا۔
محمد علی ۳ اکتوبر کو معہ مولانا ندوی۔ حیات اور مولانا ابوالقاسم کے پہنچیں گے۔ وہ ۷ ستمبر سے پہلے روانہ نہ ہو سکے۔ تبھی امید ہے۔

بھائی ہماری ذمہ داریاں اب بہت بڑھ گئی ہیں۔ اور ناگپور کے اجلاس سے پہلے ہم کو یہ ہندوستان کو ہی نہیں بلکہ دنیا کو دکھا دینا ہے کہ ہم مسلمان اپنے مقدس مذہب کے لئے ہر چیز قربان کر دینگے۔ اور اس کا عملاً ثبوت بھی دے سکتے ہیں۔ اب آرام کا وقت گیا۔ کھڑے ہو جاؤ مجھے اس کا ڈر ہے کہ ہماری کاہلی ہمارے لئے باعث شرم نہ ہو۔

ترک موالات کو کامیاب بنانے کے لئے علاوہ سخت محنت اور دورہ کیلئے روپیہ کی بھی ضرورت ہے۔ اسکے لئے بھی کوشش کرو۔ ہجرت کے کام کے لئے بھی ایک بڑی رقم کی ضرورت ہو۔

اپنی مایوسی کو چھوڑ دو اور کمر ہمت باندھو بقول شاعر ؎

گر قدم کو ہمت بھرتا ہے احسان تو کس پر دھرتا ہے ؛ اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (مرحوم) کا مکتوب

بنام

جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب پی ایچ ڈی بار ایٹ لا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً

مکرمی جناب ڈاکٹر صاحب
تسلیم۔ عرصہ سے آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوئی،
امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے۔ اس عرصہ میں میرا ایک مضمون اخبار ہمدم میں شائع ہوا تھا مجھے خیال ہے کہ آپ کو شاید اس سے غلط فہمی ہوئی ہو جس میں آپ پر [illegible] اسلئے ضروری
ہے کہ میں واقعہ کا اظہار کر دوں۔ — ایک تحریر میں نے اسی مضمون کے قریب بمبئی میں لکھی تھی، اور دو ایک بعض حضرات کا مشورہ تھا کہ اس کو شائع کر دوں مگر
[illegible] علی صاحب و انصاف کی رائے اشاعت کی نہ تھی، اسلئے اس کی اشاعت کو ملتوی کر دیا۔ میں یہاں آیا تو متعدد خطوط میرے پاس آئے اور ان میں مجھے بہت سخت
سست لکھا گیا تھا، ایک خط ایسا آیا جس پر مہر بمبئی کی تھی، اور بھیجنے والے کا نام [illegible] انصاری تھا اس میں مجھے مغلظ گالیاں تھیں، اور لکھا تھا کہ اگر تم نے کوئی تحریر لکھی اور اپنے
خیالات کا اظہار کیا تو میں تم کو مار ڈالوں گا، اس خط کو دیکھنے کے بعد مجھے یہ احتمال ہوا کہ شاید کسی سے مشورہ کیا ہو میں نے وہ تحریر لکھکر اخبار میں بھیجدی حقیقتاً اس میں
کسی پر حملہ مقصود نہیں تھا، بلکہ اپنے متعلق ہمارا خیال تھا، اس میں قریب قریب یہی الفاظ تھے جو میں نے آپ کو خط میں لکھے تھے[1] ....

....

.... اسلئے مجھے ضروری معلوم ہوا کہ آپ سے صفائی کر دوں تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو، میرے مزاج سے آپ غالباً واقف ہونگے مجھے منافقت
نہیں آتی جس سے مجھے صفائی ہوتی ہے وہ بھی میں ظاہر کر دیتا ہوں اور جس سے مجھے رنج ہوتا ہے اس کو میں چھپا نہیں سکتا .... ڈاکٹر صاحب میں بہت صفائی سے کہتا ہوں
کہ مجھے آپ سے جو خلوص و محبت ہے اس کو میں چھپا نہیں سکتا اور اگر خدانخواستہ کدر ہوتا تو اسکو بھی چھپانا میرے لئے دشوار تھا، مجھے کسی سے کدر نہیں اور نہایت صفائی سے
کہتا ہوں مگر مجھے رنج ہے کہ بعض حضرات کو اگر مجھ سے کوئی شکایت ہوتی ہے تو بجائے اس کے کہ اسکو صفائی سے مجھ سے کہہ دیں، دوسروں سے شکایت کرتے اور غلط واقعات
بیان کرتے ہیں مگر ان کا فعل ہے، مجھے اللہ کے فضل سے کسی سے کدر نہیں، البتہ خلیق الزماں صاحب سے مجھے ضرور دل تنگی ہے، انہوں نے بلا وجہ بدون کسی سبب خواہ مخواہ ایسی
مخالفت کی جو مجھ پر اتہامات لگائے جن کا مجھ سے کوئی سروکار نہیں، اون کے بیان سے مجھے ضرور رنج ہوا اور اس رنج کو میں چھپا نہیں سکتا ہوں، خدا معلوم کیوں مجھ سے ان کو کدر ہے،
ایک جماعت ایسی ہے جو مجھے لائق سمجھتی ہے اور نہایت غلط اتہامات لگاتی ہے اس کی اگر میں تردید کروں تو کوئی نتیجہ نہیں، جو حضرات اس سے بری ہوں وہ اپنے کو مخاطب نہ
سمجھیں۔ مجھے امید ہے کہ جس صفائی سے میں نے اظہار خیالات کیا ہے آپ بھی ایسی صفائی سے جواب دیں گے، اگر واقعی آپ کو مجھ سے کوئی شکایت ہو تو اس کو تحریر کریں گے،
میں آپ سے کسی قسم کا کدر پیدا کرنا نہیں چاہتا اور اگر خدانخواستہ آپ کو مجھ سے کدر ہو گیا ہے تو اس کے دور کرنے کی بہ عزت سے فکر کروں گا، مجھے آپ کے خدمات
مذہبی اور ایثار ذاتی اور محبت و اخلاص کی بیحد قدر ہے۔ فقط

فقیر محمد عبدالباری عفی عنہ
فرنگی محل لکھنؤ
۲۲ ربیع الآخر ۱۳۴۲ھ
(نومبر ۱۹۲۳ء)

---

[1] ندیم: بعض عبارتوں کی اشاعت مناسب نہ تھی۔

قضیۂ نادرِ خطوطِ غالب

(از پروفیسر رسا ہمدانی)

["نادر خطوطِ غالب" پر مالک رام صاحب اور قاضی عبدالودود صاحب نے شکوک کا اظہار جس پیرایہ میں کیا تھا۔ اسکے بعد مجھے جواب کی امید بہت کم تھی۔ پروفیسر رسا صاحب کیجانب سے حد سے گزری ہوئی تعویق و تاخیر مجھے اور بھی مایوس کر رہی تھی، اگرچہ جناب نظام بہاری کا مضمون بروقت مل گیا تھا اور پھر ایک سلسلہ مضامین کا شروع ہو گیا، جن میں سے مولوی مقصود عالم صاحب وکیل سیوان اور جناب مسعود حسین خاں صاحب گورکھپوری قابل ذکر ہیں۔ مگر مجھے اصرار تھا کہ بلاک کے بغیر مضامین شائع نہیں کئے جائیں گے، نیز یہ کہ خود پروفیسر رسا ہمدانی کو جواب کی زحمت گوارہ کر لی چاہیے۔ قابل افسوس تاخیر کے بعد دونوں مطالب حاصل ہوئے۔ جو اب ناظرین کے سامنے ہے۔ مالک رام صاحب کا اعتراض کہ ۱۸۶۱ء تک پچیس پچاس روپے کے نوٹ جاری نہیں ہوئے تھے اگر صحیح ہے تو اسکا تشفی بخش جواب نہیں دیا گیا ہے۔ ادارہ]

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی — اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

نادر خطوطِ غالب پر سب سے پہلے اعتراضات مالک رام کی طرف سے جامعہ کے پرچے میں شایع ہوئے، مگر میں نے ان اعتراضات کا جواب اس وجہ سے نہیں دیا کہ غیر صوبے کے متعصب حضرات کبھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ دلّی کے [illegible] کے فیوض کی نسبت صوبہ بہار کے شعرا کی طرف ثابت ہو سکے۔ اس کے علاوہ وہ خود انہیں خطوط کے خریدار تھے، اور جب یہ خطوط انکو ان کے دلی دوست (جن کا نام انہوں نے بالقصد اپنے مضمون میں چھپا رکھا ہے) کی معرفت نہ مل سکے تو اپنے دل کی بھڑاس انہیں اعتراضات کی شکل میں نکالی جو جامعہ کے پرچے میں شایع ہوئے ہیں۔ اس وقت میرے سامنے معاصر کا وہ پرچہ رکھا ہے، جس میں میرے صوبے کے سب سے مشہور ناقد قاضی عبدالودود صاحب نے نادر خطوطِ غالب پر اظہارِ خیالات کئے ہیں، ان کے اعتراضات بھی قریب قریب وہی ہیں جو جامعہ میں شایع ہو چکے ہیں، صرف بعض جگہ الفاظ کی تبدیلیاں ہیں، اور دو ایک جگہ ترمیمیں ہیں۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ صوبہ بہار کے لوگ اپنے باکمال بزرگوں کی طرف سے اس قدر غافل ہیں اور اتنی بے اعتنائی برتتے ہیں کہ بے اختیار رونا آتا ہے۔ اگر بہار والے کبھی قدردان ہوتے تو [illegible] عظیم آبادی، حکیم عبدالحمید عظیم آبادی جد ڈاکٹر عظیم الدین پی ایچ ڈی۔ شوق نیموی۔ آزاد [illegible]۔ شاد عظیم آبادی وغیرہ وغیرہ کی بہترین تصنیفیں شایع ہو گئی ہوتیں، اور زمانہ دیکھ لیتا کہ مندرجہ بالا حضرات کس پایہ کے تھے۔ اب قاضی عبدالودود کے الفاظ ملاحظہ ہوں "کرامت کے متعلق ایک عزیز نے بہار شریف میں جو کرامت کا وطن ہے، تحقیقات کی، ان کا بیان ہے کہ وہاں شاعر کی حیثیت سے انہیں کوئی نہیں جانتا، نہ معلوم کن حلقوں میں انکی شہرت تھی" بہار شریف عظیم آباد [illegible]

دور نہیں۔ اگر قاضی عبدالودود صاحب خود سے تحقیقات فرماتے تو کیا نقصان ہو جاتا۔ زمانہ کے دست برد سے ہر بڑا شخص چھوٹے چھوٹا بن جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت کرامت ہمدانی مرحوم کا خاندان مٹ گیا۔ دولت ضائع گئی، اولاد میں سوائے اس حقیر کے کسی نے علم حاصل نہیں کیا اور اب جو پس ماندہ افراد رہ گئے ہیں وہ ایسی زندگیاں بسر کر رہے ہیں کہ جن کا ذکر کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قاضی صاحب نے دریافت کرنے والے سے یہ الفاظ کہے "کرامت ہمدانی کون تھے شعری حیثیت سے کوئی نہیں جانتا" میں بتائے دیتا ہوں کہ حضرت کرامت ہمدانی اگر شاعر نہ ہوتے تو حکیم آغا حسن صاحب ازل جیسے شاعر شیریں مقال خویش نواب مرزا شوق و شاگرد صبا و آتش لکھنوی بہ حیثیت طبیب و مصاحب کے انکے یہاں مقیم نہ ہوتا۔ افسوس بہار شریف کے بہترین شاعر جانشین ازل لکھنوی مرحوم یعنی حضرت بشارت حسین صاحب احقر بہاری مرحوم کا انتقال ہو گیا ورنہ میں انکی تحریر پیش کرتا جس سے معلوم ہو جاتا کہ کرامت ہمدانی شاعر تھے یا نہیں! اور وہ انہیں کے یہاں حضرت ازل لکھنوی کے شاگرد ہوئے انہیں کے ذریعہ سے علی گڑھ جا کر شمس العلماء مولانا حالی سے بھی ملے تھے۔ افسوس یہ ہے کہ نواب شمس العلماء امداد امام صاحب اثر مرحوم بھی زندہ نہیں، ورنہ میں انکی تحریر بھی پیش کرتا کہ انہوں نے حضرت کرامت ہمدانی کے نام غالب کے خطوط دیکھے اور انکی اصلاحیں دیکھیں اور انکا کلام سنا۔ بہر حال حضرت شاہ شفیع صاحب بہاری جانشین حضرت احقر بہاری مرحوم ابھی تک زندہ ہیں، انکی تحریر میں قاضی صاحب کے سامنے پیش کر سکتا ہوں جن سے مندرجہ ذیل دو باتیں ظاہر ہونگی:-

(۱) شاہ کرامت ہمدانی مرحوم شاعر تھے اور غالب کے شاگرد تھے، اور حکیم آغا حسن ازل لکھنوی مرحوم انکے یہاں نوکر تھے۔

(۲) حکیم آغا حسن صاحب ازل لکھنوی مرحوم غالب کے خطوط لیکر شاہ علی حسین عالی مرحوم ابن شاہ کرامت ہمدانی کے فرستادہ شمس العلماء الطاف حسین صاحب حالی کے پاس علی گڑھ گئے تھے اور انہوں نے وہ خطوط ان کو دکھائے تھے اور ان سے مشورہ کیا تھا

ان باتوں کے ظاہر ہونے سے یہ فائدہ ہوگا کہ جس خط کے بارے میں میں نے "نادر خطوط غالب" میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ پہلا خط ہے جو اردو زبان میں غالب نے لکھا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ خود شمس العلماء حالی نے اس خط کو دیکھ کر یہ فرمایا تھا کہ "یہ پہلا خط ہے جو غالب نے اردو میں لکھا ہے"، پھر قاضی عبدالودود صاحب کا یہ لکھنا کہ حالی نے ہمیشہ کا لفظ بے احتیاطی کے ساتھ استعمال کیا ہے، کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ اسکا فیصلہ ناظرین خود ہی کر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ثابت ہوگی کہ معاصر کے صفحہ ۲۷ میں (الف) سے لیکر (ط) تک جتنے اعتراضات ہیں اور جن کے متعلق قاضی صاحب کا خیال ہے کہ یہ عبارتیں حالی مرحوم کے "یادگار غالب" سے لی گئی ہیں۔ وہ حالی مرحوم نے غالب کے خطوط کرامت ہمدانی مرحوم کے نام دیکھ کر لکھی ہیں اور کوشش اس بات کی کی ہے کہ غالب کے اشعار کے معنی غالب ہی کے الفاظ میں ادا کئے جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ حالی مرحوم نے عالی ہمدانی مرحوم کے نام ایک خط بھی لکھا تھا جس میں یہ بات صاف طور پر لکھی تھی۔ افسوس مجھے وہ خط باوجود تلاش کے نہ مل سکا ورنہ وہ ان سب باتوں کو اچھی طرح ثابت کر دیتا۔

باقی رہا اس کے ثبوت میں کہ دیگر مؤلفین و مصنفین نے بھی اساتذہ کے الفاظ بغیر نام ظاہر کئے ہوئے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں یا نہیں؟ میں صفدر مرزاپوری مرحوم کی مشاطۂ سخن نامی کتاب کا حوالہ دیتا ہوں، اس میں بیسوں اصلاحیں صفدر مرحوم نے اس طرح درج کی ہیں کہ انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جو جو اصلاح کی لکھی گئی ہے وہ صفدر مرحوم کی طرف سے ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر اصلاحیں ان اساتذہ کی ہیں جن کی کہیں اصلاحیں شائع ہو چکی ہیں۔

نادر خطوطِ غالب

بلاک نمبر ۱

بلاک نمبر ۲

قاضی صاحب نے معاصر کے صفحہ ۲۹ میں چند سوالات کئے ہیں، اُن کا جواب حسب ذیل ہے

۱۔ سوال :- اصلی خطوط کیا ہوئے ؟ جواب :- اصلی خطوط موجود ہیں ۔

۲۔ سوال :- خطوط کی تعداد کیا ہے ؟ جواب :- جملہ خطوط کی تعداد ۳۵ ہے جن میں ۲۷ نادر خطوط غالب ہیں
باقی اس حالت میں ہیں کہ مشکل سے پڑھے جاتے ہیں، ان میں سے دو کے بلاک بنوا کر میں ندیم میں بھیج
چکا ہوں، اور بھی جس خط کا بلاک قاضی صاحب دیکھنا چاہیں دیکھ سکتے ہیں ۔

۳۔ سوال :- فارسی کے خط موجود ہیں یا نہیں ؟ جواب :- دو یا ایک خط فارسی زبان کا بھی ہے ۔

۴۔ سوال :- خط کتابت کی ابتدا کب سے ہوئی ؟ اور اس کا سلسلہ کب تک جاری رہا ؟

جواب :- فارسی کا خط ۱۸۴۵ء کا ہے، اردو خط کی ابتدا یکم جنوری ۱۸۵۱ء سے ہے ۔ ۔ ۔ سنہ
کا خط موجود ہے ۔

میں نے ندیم میں چار خطوط کے بلاک بنوا کر بھیج دیئے ہیں ۔ پہلا بلاک غالب کے اُس خط کا ہے جو اُنھوں نے قاضی ۔ ۔ (قاضی عبدالودود صاحب نہیں) کے نام لکھا گیا ہے اور اس خط کا عکس غالب کے اُس دیوان میں موجود ہے جو نظامی پریس سے شائع ہوا ہے، یہ اس بات کو ظاہر کریگا کہ غالب اس قسم کا حرف لکھتے تھے، اور اُن کے کتابت کی اصلی شان یہی تھی ۔ دوسرا بلاک غالب کے اُس خط کا ہے جو اُنھوں نے نادر شاہ خاں صاحب شوخی کے نام لکھا ہے ۔ یہ غالب کے عزیز ترین شاگرد تھے یہ خط مجھے مولوی مقصود عالم صاحب وکیل سیوان سے ملا، جو اُن کے ایک بزرگ منظر عالم صاحب منصور ۔ ۔ زیوری ۔ ۔ ۔
مرحوم کے پاس محفوظ تھا ۔ اس خط سے پانچ باتیں ظاہر ہونگی :- (۱) غالب مرحوم ایک ۔ ۔ ۔ شاگرد کو لکھا کرتے تھے ۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ۔ اہل ۔ ۔ بڑے وضعدار تھے ۔ ایک ۔ ۔ ۔ استعمال
کرتے تا زندگی اُس میں فرق نہ ہوتا، مثلاً اپنی حالت کے متعلق ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب اب عناصر میں اعتدال کہاں

اس کو غالب نے مرقع ادب حصہ دوم مؤلفہ مرزا پوری کے شایع شدہ خط میں بھی لکھا ہے، اور یہی شعر ۔ ۔ ۔
"نادر خطوط غالب" کے خط میں بھی موجود ہے اور یہی عبارت بجنسہٖ نادر خاں صاحب شوخی کے خط میں بھی موجود ہے ۔ قاضی صاحب کا یہ اعتراض کہ "نادر خطوط غالب" کی عبارت "اُردوئے معلّیٰ" اور "عودِ ہندی" کے خطوط کی عبارت سے مل جاتی ہے اس لئے ۔ ۔ ہے کہ اگر "نادر خطوط غالب" کا ایک خط اُردوئے معلّیٰ کے دو خطوط کی عبارت کا مجموعہ ہے، تو شوخی مرحوم کے نام کا خط "نادر خطوط غالب" کے دو خط کا مجموعہ ہے ۔

(۲) آموں کے پارسل رسالہ کرامت ہمدانی مرحوم کا ذکر اس خط میں موجود ہے، جس سے یہ پتہ چل گیا کہ آم جون ۱۸۵۱ء میں غالب کے پاس پہونچے اور آموں کے ۔ ۔ ۔ میں موریجنوری میں آئے تھے ۔ جن کی وجہ سے آموں کے پارسل بھیجنے کا ارادہ حضرت کرامت ہمدانی مرحوم نے کیا تھا ۔ اس کے علاوہ حضرت کرامت ہمدانی مرحوم حضرت مخدوم منجھن گوشہ نشین کے جن کا مزار محلہ سکونت بہار شریف میں ہے خاص اولاد میں تھے، اور حضرت سید حامد ہمدانی عرف حضرت مخدوم منجھن گوشہ نشین کے ایک خلیفہ حضرت پیراں بندگی دہلی تشریف لے گئے تھے، اور اُنکے خلفاء میں ایک خلیفہ حضرت سائیں فدا حسین صاحب دہلوی تھے، جن کے معتقد مومن خاں دہلوی کے خاندان کے لوگ تھے، اور ہر شوال کے ماہ میں عرس میں شرکت کی غرض سے دہلی سے

ایا کرتے تھے، اور کرامت ہمدانی مرحوم سے ملاکرتے تھے۔ آم کس طرح بھیجے گئے، اُسکا جواب یہ ہے کہ جو لوگ دعوتوں میں شریک ہونے کو آتے اپنے ساتھ لیتے گئے۔ ابھی حال میں مومن خاں دہلوی کی نادر اصلاحیں شیفتہ دہلوی کے اشعار پر ندیم میں شایع ہوئیں ہیں جن سے قاضی صاحب اندازہ کر سکیں گے کہ کرامت ہمدانی بہاری اور دہلی کے اساتذہ سے کیا تعلقات تھے۔

(۴) مالک رام صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ غالب اپنے خط میں دہلی اور بلی ماراں نہیں لکھتے تھے، بیشک نہیں لکھتے تھے، مگر گزر بہ کشاں، بالواقعہ ایسا ہوا کہ اُسکے بعد سے وہ خطوط میں لکھنے لگے، اور یہ بات شوخی مرحوم کے خط میں بھی موجود ہے۔

(۴) مالک رام نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ صرف عیسوی سنہ غالب اپنے خطوط میں لکھتے تھے خاص کر جب اُن کا مخاطب مسلمان ہوتا تھا، اس کا ثبوت بھی شوخی مرحوم کے نام کے خط میں موجود ہے۔

(۵) شوخی مرحوم کا خط اور وہ خط جو قاضی صاحب کے نام غالب کے دیوان مطبوعہ نظامی پریس میں موجود ہے اور نادر خطوط غالب کے وہ دو خط جن کا بلاک ندیم میں بھیجا گیا ہے، سب ایک شان کے ایک وضع کے ایک ہی آدمی کے لکھے ہوئے ہیں اور ہرگز ہرگز جعلی نہیں ہیں۔

تیسرا بلاک غالب مرحوم کے اُس خط کا ہے جو نادر خطوط غالب کے مجموعہ کا وہ خط ہے جس میں انہوں نے پچاس پچاس روپے کے دو نوٹوں کا ذکر کیا ہے، اور مالک رام صاحب نے اس خط پر تو کما اعتراض یہ کیا ہے کہ اس خط کو اپنے ایک دوست کے پاس جنکا نام وہ نہیں ظاہر کرتے دیکھا تھا۔ مگر اُس پر ۲ دسمبر ۱۸۶۱ء کی تاریخ نہیں دیکھی تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس خط کا بلاک موجود ہے، ناظرین دیکھ لیں کہ مالک رام صاحب نے اگر دیکھا تو عالم خواب میں دیکھا، جس کی کوئی سند نہیں ہو سکتی۔

چوتھا بلاک۔ چوتھے خط کا بلاک بھی "نادر خطوط غالب" کے ایک خط کا عکس ہے جس سے قاضی صاحب کے بہت سے اعتراضات کا جواب ملتا ہے، ان خطوں کی عبارت کی شان، حروف کے لکھنے کا انداز اور کتابت کی ترکیب بجنسہٖ وہی ہے جو غالب مرحوم کے اُس خط کی ہے جو دیوان غالب مطبوعہ نظامی پریس میں شایع ہو چکا ہے، اگر جعلی ہیں تو سب جعلی ہیں۔ اور اگر اصلی ہیں تو سب اصلی ہیں۔ بے جا اعتراضات کرنے والے جو اعتراض چاہیں کریں۔ مگر خدا کے لئے نئی تحقیقات کی دُھن میں عقل و بینائی سے کام لینے سے معذور نہ ہو جایا کریں۔

رسا ہمدانی گیاوی

اپریل ۴۴ء۱۹

اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ خطوط

(از سید محمد اسمٰعیل رسا ہمدانی گیاوی بی اے (گولڈ میڈلسٹ) بی ایل ایم۔ ایل۔ سی۔)

غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط

(سید شاہ کرامت حسین ہمدانی المتخلص بہ کرامت کے نام)

سید شاہ کرامت حسین ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ میرے پرنانا بھی تھے اور پردادا بھی۔ وہ بہار شریف محلہ املی گڑھی میں رہا کرتے تھے۔ وہ حضرت مخدوم سید ہمدانی عرف حضرت مخدوم منجھن گوشہ نشین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ اور صاحب سجادہ تھے۔ ان کی ولادت ۱۲۰۹ھ میں ہوئی اور ۱۳۱۰ھ میں ایک سو ایک (۱۰۱) سال کی عمر میں اُن کا وصال ہوا۔ وہ شاعر بھی تھے اور شاعری میں اُنہیں حضرت غالب دہلوی مرحوم سے تلمذ حاصل تھا۔ وہ کرامت تخلص فرماتے تھے۔ ان کا غیر مطبوعہ دیوان اور حضرت غالب مرحوم کی اصلاحیں میرے پاس محفوظ ہیں جو انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ناظرین کے لاحظہ سے گزرینگی۔ سید صاحبؒ کی مکمل سوانح معہ ملفوظات کے الحاج میر عبد اللہ پالی پتی مرحوم نے لکھی ہے جو عنقریب طبع ہونیوالی ہے۔ سردست حضرت غالب دہلوی مرحوم کے چند غیر مطبوعہ خطوط شائع کئے جاتے ہیں۔ جو ناظرین کی ضیافت طبع کے باعث ہونگے۔

رسا ہمدانی گیاوی

۱

از دہلی محلہ بلی ماران

۱۰ ارجولائی ۱۸۶۵ء

شاہ صاحب کو غالب ناتواں کا سلام پہونچے۔ بھائی میرا حال کیا پوچھتے ہو۔ زندہ ہوں مگر

مُردے سے بدتر۔ حوادثِ زمانہ و عوارضِ جسمی سے نیم جاں ہو رہا ہوں۔ غذا کی حقیقت یہ ہے کہ صبح کو آٹھ دس بادام کا شیرہ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا پانی۔ دو گھڑی دن رہے دو یا تین تلے ہوئے کباب اور نسیان حد سے گزر گیا۔ خط مع کلام اصلاح طلب بکس یا کتاب میں رکھ دیتا ہوں اور بھول جاتا ہوں۔ ایسی حالت میں اگر خط کا جواب یا اصلاحی غزل دیر میں پہونچے تو شکایت نہ کیا کرو۔ کیا مجھے زندہ سمجھتے ہو جو تازہ کلام کی فرمائش کرتے ہو۔ قیمت نہیں جانتے کہ مردہ کچھ لکھ کر بھیجدیتا ہے۔ سو روپے جو تم نے بھیجے وہ مجھے ملے۔ میں دوستوں کی خدمتگذاری میں کبھی قاصر نہیں رہتا۔ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔ میں یونہیں خدمتگذاری کو حاضر ہوں۔ جب جی چاہے اپنا کلام بھیجو۔ تمہاری تینوں غزلیں بعد اصلاح بھیجتا ہوں۔ چشم بد دور۔ تمہاری طبیعت مناسب سخن رکھتی ہے۔ اللہ نگاہِ بد سے محفوظ رکھے۔

نجات کا طالب
غالب

۲

از دہلی۔ محلہ بلی ماران
۱۷ر مئی ۱۸۶۲ء

جانِ غالب کل تمہاری غزل بعد اصلاح ٹکٹ دار لفافے میں رکھ کر بھجوادی ہے۔ یہ شعر تم نے خوب کہا ہے۔ بالکل میر کی زبان ہے۔ ؎

میری ہچکیوں کے ساتھ نکل آئے گا کلیجہ — جو یہی رہے گی حالت جو یہی رہے گا رونا

بہار شریف کیا آؤں۔ نہ مجھ میں طاقت ہے نہ جرأت ہے۔ اب سوائے سفرِ آخرت کے کسی سفر کے میں قابل نہیں۔ تم سید ہو۔ مخدوم زادے ہو۔ میں بوڑھا ہوں اور دعائے مغرب کا طالب۔ ؎

دمِ واپسیں برسرِ راہ ہے — عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

جب تک جیتا ہوں نامہ و پیام سے شاد اور بعد میرے دعائے مغفرت سے یاد کرتے رہنا۔ ؎

نہ لیوے گر خسِ جوہر طراوت سبزۂ خط سے
لگادے خانۂ آئینہ میں روئے نگار آتش

میرے اس شعر میں "خسِ جوہر" سے مراد جوہرِ آئینہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جوہرِ آئینہ کو معشوق کے سبزۂ خط سے طراوت پہونچ جاتی ہے۔ ورنہ اس کے آتشیں رُخ کے عکس سے خانۂ آئینہ میں آگ لگ جائے

نجات کا طالب
غالب

(۳)

جانِ غالب - مشاعرہ یہاں شہر میں کیوں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہوکر کچھ غزل خوانی کرتے ہیں۔ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔

برسات کا حال کیا پوچھتے ہو خدا کا قہر ہے۔ قاسم خاں کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے۔ میں جس مکان میں رہتا ہوں عالم بیگ خاں کے کٹڑے کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں چھلنی ہوگئی ہیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے۔ کتابیں قلمدان سب توشہ خانہ میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا ہے کہیں چلپچی دھری ہوئی ہے۔ خط کہاں بیٹھ کر لکھوں ایسی حالت میں اگر خط کے جواب میں دیر ہوا کرے تو خیال نہ کیا کرو ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

آخر اس شعر میں کیا ہے جو تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ عجب ہے وہ مجھ سے پوچھتا ہے۔ 'کاغذی پیراہن' سے مراد 'فریاد کردن' ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہستی موجب ملال و آزار ہے۔ اسلئے تصویر بھی بزبان حال فریاد کرتی ہے کہ مجھ کو ہست کر کے کیوں رنجِ ہستی میں مبتلا کیا۔ کہو اب بھی سمجھے یا نہیں؟ اگر اس پر بھی نہ سمجھو تو تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ زیادہ والدعا۔

نجات کا طالب غالب

جولائی ۱۸۶۲ء

(۴)

از دہلی۔ محلہ بلی ماران۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۹ء

جیتے رہو اور خوش رہو۔ ع اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی
تمہارا خط کل صبح کو آیا۔ میں دوپہر کو جواب لکھتا ہوں۔ آجکل یہاں کا حال کچھ نہ پوچھو۔ سوائے اناج او

اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں جس پر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان نکلے گا۔ دوکانیں حویلیاں ڈھادی جائیں گی۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کی بڑھ تک ڈھے گا دونوں طرف سے پھاوڑہ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے ؎

لبِ خشک۔ در تشنگی مردگاں۔ کا
زیارت کدہ ہوں۔ دل آزردگاں کا

میرے اس شعر میں اظہار ناکامی کا بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مصرعۂ اول کے آخر میں "ہوں" محذوف ہے۔ تشنگی استعارہ ہے آرزو و شوق سے۔ مطلب یہ ہے کہ میں گویا لبِ خشک ہوں ان لوگوں کا جو آرزو و شوق میں مرگئے ہیں اور میں زیارت گاہ ہوں آزردہ دل لوگوں کا

شبِ غم مرا تر زیادہ جگر میں درد ہونا   کبھی رو کے آہ کرنی کبھی آہ کر کے رونا

تمہارا یہ مطلع بہت اچھا ہے اور مجھے پسند ہے۔ دوسرے مصرعہ کو یوں بنا دو ع

کبھی آسماں کو تکنا کبھی آہ کر کے رونا

"رو کے آہ کرنی" کے بجائے "آسمان کو تکنا" زیادہ برمحل ہے۔

نجات کا طالب غالب

اگست سنہ ۱۹۳۱ء

(۵)

از دہلی۔ بلی ماران
۲۱ اگست سنہ ۱۸۶۱ء

بھائی تم جیتے رہو اور مراتب علیا کو پہنچو۔ تمہارے خط میں پچاس پچاس روپے کے دو نوٹ پہنچے۔ میں مسہل میں ہوں یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہوں۔ حفظ صحت کے واسطے مسہل لیا ہے۔ تمہاری غزل غور سے دیکھ کر تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ ؎

بلبل نہ جا قریب کہ چھٹے ہیں خار دیکھ   ہو کر الگ تو باغ سے گل کی بہار دیکھ

نامۂ فراق بنام مُدیر ندیم

از پروفیسر رگھوپتی سہائے صاحب فراق گورکھپوری

---

۹ مئی سنہ ۴۲ء

فراق نواز ـــــــ

خط ملا۔ فراق نوازی کا شکریہ۔ ہاں یہ تو بتلائیے کہ جناب مدہوش کا نسخہ ملتا یا نہیں۔ یعنی وہ اتنا ہوش میں آئے یا نہیں کہ آپ کا اور میرا خط پا کر ندیم کے لئے کچھ لکھ سکے۔ وہ اپنے کو میرا عقیدت مند بھی کہتے ہیں، اور میرے ناتے مشفق بھی ہیں۔ مگر مشفق بہت زیادہ اور ناصح بہت کم۔ وہ روحانیت کے قائل ہیں، مجاز سے حقیقت کو جدا سمجھتے ہیں۔ اور میں دہریہ اور لامذہب ہوں۔ اسی سے تو کفریات پر سیکڑوں اشعار کے منجملہ میں نے یہ شعر بھی کہا ہے۔ ؎

جو غور کر تو خدا کیا ہے بس یہی دنیا، یہ اور بات کہ دنیا ہے آدمی کے لئے

ایک اور شعر ہے:-

خدا کو اہل جہاں جب بنا چکے تو فراق، پکار اُٹھے کہ خدا نے ہمیں بنایا ہے

انہیں باتوں سے میرے اور مدہوش کے اچھی خاصی جھڑپ رہتی ہے۔ جو کفر و ایمان بر طرف بحثیں بڑے لطف کی۔ سب سے بڑا فائدہ ان جھڑپوں کا یہ ہوتا تھا کہ ہم دونوں تھک جاتے تھے، اور کبھی کبھی آدمی کو تھک جانے کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ بھلا سوچئے تو کہ اگر آدمی کبھی نہ تھکے تو زندگی دوبھر ہو جائے۔ جنت میں جس نرم و نازک فضا اور جن آسایشوں اور تن آسانیوں کا ذکر ہے، تو اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت بہت تھکے ہوئے رہیں گے۔ بہر حال بے تھکے ہوئے آدمی میں بہت سی علتیں اور کثافتیں ہوتی ہیں، اور انہیں کے دُور ہو جانے کا نام تھکنا ہے۔ تھکاوٹ آہ تھکاوٹ! کسی بڑے مصنف کا قول ہے کہ "وہ لذت و خوشی کیا جو تھکا نہ دے"!

ہم اور آپ اکھنڈ ہندوستان کے قائل ہوں یا نہ ہوں۔ اکھنڈ آزادی کا تو قائل ہونا ہی پڑیگا۔ جب آزاد ہو لیں گے تو ہندوستان کی دو تین یا اس سے بھی زیادہ حکومتیں عوام کو ترقی اور خوش حالی کی دولت سے مالا مال

عکس غیر مطبوعہ مکتوب نواب وقار الملک مشتاق حسین مرحوم

بنام

جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب ام۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ لندن

Honorary Secretary's Office.
Aligarh

علیگڑھ ۷ اپریل ۱۹۰۹ع

مخدومی سید محمود صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ ۔

عنایت نامہ رقیمہ ۱۶ ماہ گذشتہ کی پہنچکر ممنون فرمایا ۔

کالج کی انگلش اسٹاف کے متعلق جو خبریں آپ کو پہونچی ہیں
ان کے بارہ میں آپکا فکرمند ہونا طبعی امر تھا ۔ اور آپ کی اس ہمدردی
سے بہت بہت شکرگذار ہوں ۔ اور کافی یقین مجھکو ہے کہ جب کبھی
ایسی ضرورت پیش آوے گی جسمیں آپ عزیزوں اور دوستوں کے
امداد درکار ہوگی تو اسوقت آپ بھی الامکان پوری
کوشش فرماوینگے ۔ لیکن اب زیادہ فکر نہ کیجیے اور خدا پر بھروسہ
رکھیں ۔ اسوقت تک کی حالت یہ ہے کہ ہم سب ملکر کوشاں ہیں

NADEEM (Gaya) 1931 - 49 : Selections, 5

Letters of Eminent Personalities

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna

رسالہ ندیم گیا (۱۹۳۱ء - ۱۹۴۹ء) سے انتخاب - ۵

نام نیک رفتگاں ضائع مکن

مکتوبات مشاہیر

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ